اگست
2026
صوت الامہ
جشنِ آزادی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
نفرت کا زہریلا کاروبار
سوشل میڈیا دشمن کا ہتھیار
ریاستی اختیار سے متعلق اسلامی نقطہ نظر خروج اور
مسلح بغاوت کا رد اور ریاستی عملداری کی پاسداری
آپریشن شعبان
فتنہ الہندوستان کے تابوت میں آخری کیل
کراچی سے خیبر تک
پیغام امن کی صدا
پاکستان کے خلاف
ابلیسی گٹھ جوڑ
بے نقاب

القرآن

وَمَنْ يَقْتُلْ مُومِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَهَنَّمُ
خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ
لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا
دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضب
ناک ہو گا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لیے
زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے

النساء، ۴:۹۳

حدیث مبارکہ

اَتَرْتَدُّوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ
رِقَابَ بَعْضٍ

”تم میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کرنے کے سبب کفر کی
طرف نہ لوٹ جانا۔“

طبرانی، المعجم الاوسط، ۴:۲۶۹، رقم: ۴۱۶۶

ماہنامہ

صوت الامہ

MONTHLY

SAUT-UL-UMMAH

ماہنامہ صوت الامہ
MONTHLY SAUT UL UMMAH

اگست 2026

رئیس التحریر
ابوحمزہ مدنی

مدیر
شاہد اقبال

نائب مدیر
ابوعبداللہ فاروقی

ترتیب مضامین

ادار یہ ---------------------------------- ۰۴

سوات میں فتنہ الخوارج کا بزدلانہ حملہ ------------------ ۰۷

نفرت کا زہریلا کاروبار، سوشل میڈیا دشمن کا ہتھیار ---------- ۰۹

ریاستی اختیار سے متعلق اسلامی نقطہ نظر ---------------- ۱۲

جشن آزادی اسلامی جمہوریہ پاکستان ------------------ ۱۵

سیرت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بطور نمونہ وسطیت ------------------ ۱۷

حرمت انسانیت قرآن و سنت کی روشنی میں انسانی جان کا تقدس ---- ۲۰

ادب الاختلاف اور غصے پر قابو پانے کی سنت -------------- ۲۳

کراچی سے خیبر تک پیغام امن کی صدا ----------------- ۲۶

۵ اگست ۲۰۱۹ کشمیر کی متنازعہ حیثیت پر حملہ اور عالمی ضمیر کا امتحان -- ۲۹

پاکستان کے خلاف ابلیسی گٹھ جوڑ بے نقاب ---------------- ۳۰

مجلس مشاورت

مولانا مفتی سعید احمد مروت

مولانا زاہد عباسی

علامہ احسان اللہ فاروقی

اسلم خان وزیر

قلمی معاونین

ابن الحسن

شفیق الدین عباسی

عبداللہ فاروقی

عبداللہ ترمذی

مفتی امیر حسین حقانی

زر تعاون فی شمارہ -/100 روپے

سالانہ تعاون: -/1200 روپے

موبائل: 03330172380

ای میل: soutulummah@gmail.com

Twitter: sautulUmmah

Facebook: soutulummah@gmail.com

آپریشن شعبان

اداریہ

ابوحمزہ

فتنہ الہندوستان کے تابوت میں آخری کیل

پاکستان کی تاریخ ہمیشہ سے بے شمار قربانیوں، جذبوں اور ناقابلِ تسخیر عزم کا مرقع رہی ہے۔ ارضِ پاک کلمۂ طیبہ اور نظریۂ پاکستان کی بنیاد پر قائم ہونے والی وہ مضبوط اور قلعہ نما ریاست ہے جس کے وجود سے باطل قوتوں کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ قیامِ پاکستان کے پہلے ہی روز سے اس کے ازلی دشمن بھارت اور اس کے حواریوں کو یہ حقیقت کبھی ہضم نہیں ہوسکی کہ تمام تر رکاوٹوں، وسائل کی کمی اور ناگفتہ بہ حالات کے باوجود یہ ملک کس طرح دنیا کے نقشے پر ایک خوددار اور ناقابلِ تسخیر قوت بن کر ابھرا۔ یہی وہ تاریخی حسد، جلن اور تعصب ہے جو نسل در نسل بھارتی حکمرانوں، اس کی متعصب عسکری قیادت اور اس کے غیظ وغضب سے لبریز میڈیا کے دل و دماغ پر سوار رہا ہے۔ جب دشمن نے دیکھ لیا کہ وہ روایتی اور میدانی جنگوں میں پاکستان کے سامنے ہر بار ذلت آمیز شکست کھا چکا ہے تو اس نے بزدلی اور منافقت کا لبادہ اوڑھ کر پاکستان کے خلاف ایک خاموش، گھناؤنی اور پراکسی جنگ کا آغاز کر دیا۔ اس پراکسی جنگ کا سب سے مکروہ اور غلیظ روپ "فتنہ الہندوستان" اور فتنہ الخوارج کی صورت میں سامنے آیا، جن کا بنیادی مقصد اندرونی انتشار، لسانی و فرقہ وارانہ فسادات اور سرحدی دہشت گردی کے ذریعے اس پاک سرزمین کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا تھا۔ دشمن کے ایوانوں میں بیٹھ کر منصوبہ بندی کرنے والوں نے سوچا تھا کہ وہ چند بکے ہوئے مہروں، کرائے کے غداروں، نام نہاد مجاہدین اور نام نہاد آزادی پسندوں کے ذریعے اس قوم کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے، مگر وہ یہ بھول گئے کہ اس ارضِ پاک کے محافظ وہ آہنی جوان ہیں جن کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی سامراجی طاقتیں بھی ریت کی دیوار ثابت ہوئی ہیں۔ اگر اس تمام صورت حال کے پس منظر کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ بھارت نے ایک طویل عرصے سے پاکستان کے اندرونی امن کو تباہ کرنے کے لیے ایک منظم اور مذموم جال بن رکھا تھا۔ دشمن کی خفیہ ایجنسی را اور اس کے افغانستان و دیگر سرحدی خطوں میں قائم نیٹ ورکس نے پاکستان کے مختلف حصوں، بالخصوص صوبہ بلوچستان میں تخریب کاری، ٹارگٹ کلنگ، بم دھماکوں اور معاشی استحکام کو نقصان پہنچانے کے لیے اربوں روپے پانی کی طرح بہائے۔ انہوں نے بلوچستان کے بھولے بھالے اور پرخلوص نوجوانوں کے پاک ذہنوں میں زہر گھولنے، انہیں اپنی ہی ریاست کے خلاف ورغلانے اور کلمۂ طیبہ کی بنیاد پر قائم اس ملک کے خلاف ہتھیار اٹھانے کے لیے استعمال کرنے کی انتہائی ناپاک کوشش کی۔ یہ عناصر جنہیں فتنہ الہندوستان کے نام سے پکارا جاتا ہے درحقیقت انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں جو چند ٹکوں اور غیر ملکی آقاوں کی مالی امداد کی خاطر اپنے ہی ملک، اپنی ہی ماؤں، بہنوں اور معصوم شہریوں کے قاتل بن گئے۔ ان کے ہینڈلرز اور سرپرست جو دہلی کے ایوانوں میں بیٹھ کر پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے خواب دیکھتے تھے، وہ اس بات سے بالکل ناواقف تھے کہ اس سرزمین کا بچہ بچہ اپنے وطن کی دفاع کے لیے غازی اور شہید بننے کا جذبہ رکھتا ہے۔ دشمن نے پاکستان کے خلاف صرف روایتی ہتھیار

ہی استعمال نہیں کیے بلکہ ففتھ جنریشن وارفیئر، سوشل میڈیا، جعلی پروپیگنڈا اور فکری انتشار کو بطور ہتھیار استعمال کیا تاکہ پاکستانی قوم اور اس کی محافظ فوج کے درمیان ایک خلیج حائل کی جا سکے لیکن دشمن کی یہ تمام مکروہ چالیں اس وقت دھری کی دھری رہ گئیں جب پاکستانی ریاست اور اس کے عسکری اداروں نے اس پورے سنڈیکیٹ کا گہرائی سے مطالعہ کر کے ایک فیصلہ کن اور کاری ضرب لگانے کا تہیہ کرلیا۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اس وقت وطنِ عزیز مختلف نوعیت کے شدید چیلنجز اور مسائل کا شکار ہے۔ روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی، معاشی ناہمواری اور دیگر سماجی مشکلات نے عام پاکستانی کی زندگی کو متاثر کیا ہے اور کون سا ایسا پاکستانی ہوگا جو ان حالات سے پریشان نہ ہو لیکن ان تمام دشواریوں کے باوجود، ہمارے لیے سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ ملکی سلامتی کا ہے۔ ملکی سلامتی ہوگی تو معیشت بھی سنبھل جائے گی اور عوام کے مسائل بھی حل ہوں گے۔ اسی ملکی سلامتی کو نقصان پہنچانے کے لیے دشمن نے سرحد پار سے سپانسرڈ دہشت گردی کے ذریعے ایک ہنگامی صورت حال پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس وقت خاص طور پر بلوچستان میں دہشت گردی اور نا امنی پیدا کرنے کی جو کوششیں کی گئیں، اس نے ملک و قوم کو سخت تشویش میں مبتلا کر رکھا تھا۔ دشمن اس صورت حال سے بے حد خوش تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ وہ بلوچستان کو پاکستان سے جدا کرنے یا کم از کم وہاں کے امن کو معطل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن ہماری حکومت اور عسکری قیادت نے دشمن کے اس وہم کو دور کرنے کے لیے آپریشن ”شعبان“ کا آغاز کر دیا، جس نے دشمن کو نہ صرف اس کے موجودہ بلکہ آئندہ کے تمام دہشت گردانہ منصوبوں پر از سر نو سوچ و بچار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ آپریشن شعبان کسی معمولی کارروائی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ پوری طاقت، پیشہ ورانہ مہارت اور بے مثال دلیری کے ساتھ جاری ہے۔ اس آپریشن کے نتیجے میں اب تک متعدد اہم اور خطرناک دہشت گرد جہنم واصل کیے جا چکے ہیں۔ پاک فوج کے شاہینوں اور غازیوں نے برق رفتاری سے کارروائی کرتے ہوئے دشمن کے ان تمام خفیہ اڈوں، ٹریننگ کیمپوں اور مالیاتی سنڈیکیٹس کو تباہ و برباد کر دیا ہے جہاں سے پاکستان کے خلاف بدامنی کا جال بنا جاتا تھا۔ اس آپریشن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے دہشت گردوں کے لیے چھپنے کی تمام جگہیں ختم کر دی ہیں۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ جب بھی سکیورٹی فورسز ان کے خلاف کوئی کارروائی کرتی تھیں تو یہ عناصر فوراً دشوار گزار پہاڑوں میں جا کر چھپ جاتے تھے اور وہاں کئی کئی دنوں تک پناہ لیے رکھتے تھے لیکن اب آپریشن شعبان نے ان کے اس وہم کو بھی خاک میں ملا دیا ہے۔ اب دہشت گردوں کے لیے زمین تو زمین، پہاڑ بھی محفوظ نہیں رہے ہیں۔ جب ان کی پناہ گاہوں کو چن چن کر نشانہ بنایا جا رہا ہے تو ان کے پاس اب کوئی محفوظ راستہ نہیں بچا۔ اگرچہ اب یہ خدشہ موجود ہے کہ یہ عناصر بدحواسی میں عام سول آبادیوں اور شہروں کا رخ کریں تاکہ وہاں اپنی کمین گاہیں بنا سکیں لیکن اگر انہوں نے ایسا کیا تو یہ ان کے اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگا۔ بلوچستان کے غیرت مند اور امن پسند عوام، جو ان دہشت گردوں کی بربریت، ٹارگٹ کلنگ اور صوبے کو پسماندہ رکھنے کی سازشوں سے شدید تنگ آ چکے ہیں، ہرگز انہیں اپنے درمیان چھپنے نہیں دیں گے۔ بلوچ عوام ان ناپاک عناصر کی موجودگی کی اطلاع فوراً سکیورٹی اداروں اور خفیہ ایجنسیوں تک پہنچائیں گے کیونکہ وہ اپنے بچوں کا امن اور روشن مستقبل چاہتے ہیں۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ بھارت اور افغانستان سے سپانسرڈ اس دہشت گردی سے بلوچستان کے غیور عوام سخت پریشان اور نالاں ہیں۔ وہ دل سے چاہتے ہیں کہ اس فتنے کا سر اس طرح کچلا جائے کہ یہ پھر کبھی صوبے کی امن و امان، معاشی ترقی اور ان کے جان و مال کے لیے خطرہ نہ بن سکے لیکن اگر ہم ماضی پر نظر ڈالیں تو یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ ماضی کی حکومتوں سے اس فتنے کے مستقل سد باب کے لیے شاید وہ سخت اور سرگرم اقدامات نہیں ہو سکے جو وقت کی ضرورت تھے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی رہی کہ صوبے کے بعض بااثر اور مفاد پرست سیاسی وڈیرے

اور سردار اپنی سیاسی دکانداری چمکانے کے لیے حکومتوں کو دہشت گردوں کا مکمل صفایا کرنے سے روکتے رہے اور اندرونی طور پر ان تخریب کاروں کے مددگار بنے رہے۔ یہ ناپاک عناصر اور دہشت گرد جو نام نہاد آزادی کا نعرہ لگاتے ہیں، درحقیقت دوسرے ممالک کے ٹکڑوں پر پلنے والے کرائے کے قاتل ہیں۔ انہیں چاہیے کہ پہلے وہ خود کو اپنے غیر ملکی آقاؤں کی غلامی اور فکری معذوری سے آزاد کرائیں، اس کے بعد بلوچستان اور اس کے عوام کے بھلے کی بات کریں۔ اگر غور کیا جائے تو ان دہشت گردوں کو ہائر کرنے کا سب سے بڑا اور بنیادی مقصد سی پیک جیسے عظیم الشان اور انقلابی منصوبے کو ناکام بنانا ہے۔ دشمن بخوبی جانتا ہے کہ سی پیک نہ صرف پاکستان بلکہ خاص طور پر بلوچستان کے عوام کے تابناک، خوشحال اور پرامن مستقبل کی ضامن ہے۔ گوادر کی بندرگاہ کا فعال ہونا، وہاں جدید انفراسٹرکچر کا بننا، صنعتی زونز کا قیام اور روزگار کے لاکھوں مواقع پیدا ہونا بلوچستان کی تقدیر بدل سکتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو ان دہشت گردوں اور ان کے غیر ملکی آقاؤں کے آنکھوں میں خار بن کر چبھتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر بلوچستان کے عوام خوشحال ہو گئے، وہاں کے نوجوان تعلیم اور روزگار کی راہ پر گامزن ہو گئے تو پھر ان کا پاکستان مخالف من گھڑت پروپیگنڈا ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے گا۔ اس کے بعد ان تخریب کاروں اور ان کے سرداروں کی دکانداری بند ہو جائے گی اور بیرونی ممالک سے ملنے والے ڈالرز اور مراعات کا سلسلہ رک جائے گا۔ اسی لیے سی پیک کے کام کو روکنا اور گوادر کو پاکستان کی سب سے بڑی اور مصروف ترین بندرگاہ بننے سے باز رکھنا ان دہشت گردوں کی روٹی روزی کا ذریعہ بن چکا ہے۔ بلوچستان کے دردِ دل رکھنے والے دانشور، محبِ وطن شہری اور باشعور طبقہ اس تمام تر صورت حال اور دشمن کے ہتھکنڈوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ یہ بات پوری دنیا پر واضح ہو جاتی ہے کہ دشمن کا مقصد بلوچ حقوق کی جدوجہد نہیں بلکہ صرف اور صرف پاکستان کی سالمیت پر حملہ کرنا ہے۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ اب خطے کی سیاسی صورت حال بدل رہی ہے۔ بی ایل اے جیسے تخریب کار گروہ طالبان کی بھی مدد لیتے رہے ہیں لیکن اب خود افغانستان کے اندر ان کے اپنی ناانصافیوں کے خلاف عوام اور دیگر گروہوں کی ایک نئی تحریک جنم لے رہی ہے جس سے تشدد اور دہشت گردی پر مبنی اقتدار کا خاتمہ ممکن نظر آ رہا ہے۔ اس تمام تر جغرافیائی اور سیاسی تناظر میں آپریشن شعبان بلوچستان کے امن اور پاکستان کی سلامتی کے لیے ایک ناگزیر اور آخری ردِعمل کے طور پر ابھرا ہے۔ اس آپریشن کو اب اپنے منطقی انجام تک پہنچنا چاہیے اور کسی بھی اندرونی یا بیرونی عنصر کو اس کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ آپریشن شعبان صرف عسکری میدان میں ہی فتح حاصل نہیں کر رہا بلکہ اس نے عالمی برادری کے سامنے بھارت کا مکروہ چہرہ بھی بے نقاب کر دیا ہے۔ آج دنیا پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ پاکستان خود دہشت گردی کا سب سے بڑا شکار رہا ہے اور اس کے سکیورٹی ادارے اپنے وطن کی دفاع کے لیے جو اقدامات کر رہے ہیں وہ بالکل حق بجانب ہیں۔ اس آپریشن میں ہمارے جن غازیوں اور شہدا نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا ہے، وہ پاک سرزمین کی بقا کے ضامن ہیں۔ شہدا کا یہ مقدس لہو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے اور یہی وہ طاقت ہے جو پاکستان کو دنیا کی کسی بھی طاقت کے سامنے جھکنے نہیں دیتی۔ آج اس معرکے کے پیش منظر میں پوری پاکستانی قوم کا مورال بلند ہے اور عوام کا اپنی مسلح افواج پر اعتماد ہمالیہ کی طرح مضبوط ہو چکا ہے۔ جب تک پاک فوج اور پاکستان کے غیور عوام ایک ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہیں، دنیا کی کوئی بھی طاقت اس ملک کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ فتنۃ الہندوستان اور اس کے تمام ہینڈلرز کے لیے یہ پیغام بالکل واضح ہے کہ پاکستان کی طرف اٹھنے والی ہر ناپاک آنکھ کو نکال دیا جائے گا اور اس ملک کے خلاف زہر اگلنے والی ہر زبان کو بند کر دیا جائے گا۔ آپریشن شعبان اس عزم، شجاعت اور آہنی رشتے کی علامت بن چکا ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا اور ارضِ پاک کے فضاؤں میں ہمیشہ تکبیر کی صدائیں گونجتی رہیں گی۔

سوات

فتنہ الخوارج کا بزدلانہ حملہ

امن پسند عوام جب کبل چوک میں بحالی امن کے لیے مظاہرہ کررہے تھے، عین اسی وقت ان خونخوار درندوں نے بے گناہ شہریوں کو خون میں نہلانے کی ناپاک کوشش کی

خودکش حملے، بم دھماکے، سکیورٹی فورسز پر حملے اور بے گناہ انسانوں کا قتلِ عام قطعی طور پر حرام، ناجائز، باطل اور خلافِ شریعت ہیں: ملک بھر کے جید علماء و مشائخ کا اعلان

شفیق الدین عباسی

سوات کے تاریخی اور پرامن علاقے کبل میں پولیس سٹیشن، پولیس لائنز اور عوامی سہولت مرکز کے تزویراتی کمپاؤنڈ پر فتنہ الخوارج کے انسانیت سوز، بزدلانہ اور سفاکانہ خودکش حملے نے ایک بار پھر ثابت کر دیا ہے کہ یہ گمراہ درندے اسلام، پاکستان اور تمام انسانی اقدار کے کھلے دشمن ہیں۔ سوات کے غیور اور امن پسند عوام جب کبل چوک میں اولسی پاسون کے زیرِ اہتمام خطے میں امن و امان کی بحالی کے لیے پرامن اور باوقار مظاہرہ کر رہے تھے، عین اسی وقت ان خونخوار خوارج نے بے گناہ شہریوں کو خون میں نہلانے کی شوم اور ناپاک کوشش کی۔ ڈیوٹی پر تعینات خیبر پختونخوا پولیس کے جری اور سرفروش جوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اس لعین حملہ آور کو مرکزی گیٹ پر ہی روک کر اپنے جسدِ خاکی کو ڈھال بنا لیا اور ایک انتہائی ہولناک تباہی کا رخ موڑ دیا۔ اس بربریت کے نتیجے میں 5 شجاع پولیس اہلکاروں سمیت 15 قیمتی اور بے گناہ انسانوں کی شہادت اور دسیوں افراد کا شدید زخمی ہونا اس بات کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ فتنہ الخوارج کا واحد مقصد ملک میں صرف اور صرف بدامنی، بربادی اور انارکی پھیلانا ہے۔ پرامن شہریوں، قانون کے پاسبانوں اور عوامی اجتماعات کو ہدف بنانا محض ایک جرم یا حادثہ نہیں بلکہ صریحاً اور بدترین فساد فی الارض ہے، جس کا ارتکاب کرنے والے دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت اور سخت ترین عذاب کے مستحق ہیں۔

دینِ اسلام، جو امن، سلامتی اور حرمتِ انسانیت کا سب سے بڑا علمبردار ہے، ایسے دجالی و خارجی عناصر کی پرتشدد کارروائیوں اور گمراہ کن فکر سے مکمل طور پر بری الذمہ ہے۔ قرآنِ مجید کے صریح احکام اس درندگی پر سخت ترین شرعی حجت قائم کرتے ہیں؛ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ

(اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو) جبکہ کسی ایک بے گناہ انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا:

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا

(جس نے کسی ایک بے گناہ انسان کو قتل کیا، گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا)۔

احادیثِ مبارکہ میں رسولِ اکرم ﷺ نے بے گناہ کا ناحق خون بہانے والوں، خودکشی کرنے والوں اور امت میں انارکی پھیلانے والے ان خوارج کو 'کلاب النار' (جہنم کے کتے) اور 'شر الخلق

والسیقه' (مخلوق میں سب سے برے) قرار دیا ہے۔ جو درندے شریعت کا جھوٹا نام لیوا بن کر مساجد، پولیس سٹیشنوں اور پرامن بازاروں میں معصوم شہریوں کا خون بہاتے ہیں، وہ درحقیقت پاکستان اور اسلام دشمن غیر ملکی آقاوں اور طاقتوں کے پٹھو اور آلے کار ہیں، جن کا نجس وجود اس پاک سرزمین کے لیے ایک ناسور بن چکا ہے۔ اس المناک اور دل دہلا دینے والے واقعے پر قومی پیغامِ امن کمیٹی کے جلیل القدر علمائے کرام اور تمام مکاتبِ فکر کے مشائخِ عظام نے یک زبان ہو کر انتہائی شدید، سخت، تلخ اور غیر مبہم الفاظ میں مذمت کی ہے۔ حافظ محمد طاہر محمود اشرفی، مفتی عبدالرحیم، علامہ عارف واحدی، علامہ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل ڈاکٹر راغب حسین نعیمی، پیر نقیب الرحمن، ڈاکٹر آصف میر، مفتی محمد کریم خان، علامہ توفیق عباس، علامہ محمد حسین اکبر، مولانا مفتی نعمان نعیم، مولانا حافظ مقبول احمد، مولانا زبیر فہیم، مولانا مفتی عبداللطیف، مولانا محمد یوسف کشمیری، مولانا زاہد منصور، مولانا انوار الحق اور مولانا حافظ محمد طارق محمود سمیت تمام جلیل القدر علماء نے اپنے متفقہ اور حتمی بیان میں اعلانیہ کہا ہے کہ "پیغامِ پاکستان" کے تاریخی فتویٰ کی رو سے خودکش حملے، بم دھماکے، سکیورٹی فورسز پر حملے اور بے گناہ انسانوں کا قتلِ عام قطعی طور پر حرام، ناجائز، باطل اور خلافِ شریعت ہیں۔ علمائے کرام نے واضح کیا کہ فتنہ الخوارج کی گمراہ کن فکری اساس اور ان کے پیروکاروں کا اسلام سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں اور شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اس دجالی فتنے کا زبردستی، مکمل اور حتمی قلع قمع

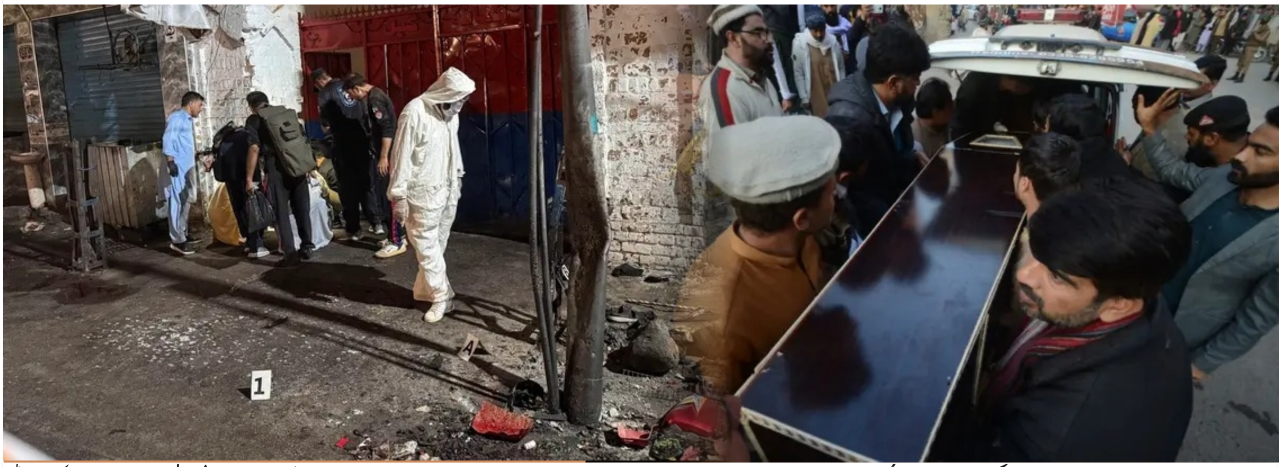

کرنا ریاست، افواجِ پاکستان اور تمام شہریوں پر ایک شرعی و قومی واجب الفریضہ ہے۔ دہشت گردی کی اس لہر کے مقابلے میں افواجِ پاکستان، خیبر پختونخوا پولیس، رینجرز، ایف سی اور دیگر تمام سلامتی کے اداروں کی گراں قدر خدمات، جرات اور لازوال قربانیاں تاریخ کا ایک سنہرا اور لازوال باب ہیں۔ ہمارے ان باہمت اداروں اور سرفروش افسران و جوانوں نے ارضِ پاک کے امن، استحکام اور شہریوں کے تحفظ کے لیے اپنا گرم خون بہا کر ثابت کیا ہے کہ وطنِ عزیز کا دفاع ناقابلِ تسخیر ہے۔ فیلڈ مارشل جنرل حافظ سید عاصم منیر کی جرات مندانہ اور بصیرت افروز قیادت میں پاک فوج اور تمام قانون نافذ کرنے والے ادارے فتنہ الخوارج اور ان کے سہولت کاروں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ایک عزمِ مصمم کے ساتھ نبرد آزما ہیں۔ جنرل حافظ سید عاصم منیر کے واضح کمانڈ وژن اور فولادی ارادے نے ان فتنہ پرور عناصر اور ان کے بیرونی سرپرستوں پر یہ حقیقت عیاں کر دی ہے کہ پاکستان کی سلامتی، خودمختاری اور امن پر کسی صورت سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ اس جنگ میں 24 کروڑ کی غیور پاکستانی قوم اپنی مسلح افواج اور سیکورٹی فورسز کے شانہ بشانہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مکمل متحد، منظم اور فعال کھڑی ہے۔ فتنہ الخوارج کے یہ بزدلانہ اور گیدڑ بھبکیوں پر مبنی حملے قوم اور اس کے شجاع اداروں کے عزم کو ڈگمگا نہیں سکتے بلکہ اس سے تمام تر درندوں اور ان کے ناپاک سہولت کاروں کا صفحۂ ہستی سے مکمل خاتمہ کرنے کا ہمارا قومی جذبہ اور زیادہ شدید و توانا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شہداء کے درجات بلند فرمائے، زخمیوں کو کامل و عاجل شفا بخشے اور پاکستان کو فتنہ الخوارج سمیت ہر شر و فساد سے سدا محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

اس زہریلے اورفریب کار ماحول میں جہاں ایک نامعلوم جھوٹا، بے بنیاد اور من گھڑت پیغام محض چند سیکنڈوں میں جذبات کی اندھی آگ بھڑکا کر سماجی بربادی کا سبب بنتا ہے، وہاں ہدایتِ الٰہی، قرآنی حکمت اور الہامی اصول ہمارے لیے نجات کا واحد ذریعہ بن کر سامنے آتے ہیں

شاہد اقبال

پاکستانی قوم اس وقت تاریخ کے ایک ایسے تاریک، ہولناک اور نازک ترین موڑ پر کھڑی ہے جہاں دشمن نے اپنی توپوں کا رخ ہمارے بارڈر سے ہٹا کر ہمارے ذہنوں، ہماری فکر اور ہمارے موبائل فونز کی سکرینوں کی طرف موڑ دیا ہے۔ پاکستان کو ایک انتہائی منظم، گہری اور بھیانک سازش کے تحت سنگین فکری انتشار، سیاسی کشمکش اور اجتماعی زوال کی دلدل میں دھکیلنے کے لیے دشمن روز و شب سرتوڑ کوششیں کر رہا ہے۔ اس بدترین ناپاک جنگ اور فکری تخریب کاری کا سب سے بڑا، سب سے خطرناک اور سب سے سستا ٹول اس وقت سوشل میڈیا بن چکا ہے۔ سوشل میڈیا کی یہ بے لگام، زہریلی اور غلاظت سے بھری فضا، من گھڑت زہر افشانی، نفرت کا زہریلا کاروبار اور عدم برداشت کا وہ ہولناک طوفان ہے جس نے ہمارے قومی وجود، ہماری اسلامی شناخت اور ہمارے نظریاتی وجود کو پارہ پارہ کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ اس زہریلے اور فریب کار ماحول میں جہاں ایک نامعلوم، جھوٹا، بے بنیاد اور من گھڑت پیغام محض چند سیکنڈوں میں جذبات کی اندھی آگ بھڑکا کر سڑکوں پر تباہی، خون خرابے اور سماجی بربادی کا سبب بنتا ہے، وہاں ہدایتِ الٰہی، قرآنی حکمت اور الہامی اصول ہمارے لیے نجات کا واحد ذریعہ، روشنی کی آخری کرن اور ایک ناقابلِ تسخیر، مضبوط اور دائمی قلعہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ اللہ رب العزت کا صریح اور حتمی ارشادِ گرامی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی سی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو کہیں کسی قوم پر بے خبری سے نہ جا پڑو پھر اپنے کیے پر پشیمان ہونے لگو

(سورۃ الحجرات:6)

یہ الہامی فرمان اور تثبت و تحقیق کا عالمگیر اصول موجودہ ڈیجیٹل دور کی ہر گمراہ کن تحریک، فکری انارکی اور شدت پسندانہ بیانیے کے منہ پر ایک مسکت طمانچہ ہے۔ ہمیں اس تلخ حقیقت کو ماننا ہوگا کہ اگر ہم نے اپنے رویوں کا محاسبہ نہ کیا تو یہ ڈیجیٹل محاذ آرائی ہماری بنیادوں کو کھوکھلا کر دے گی۔ پروردگارِ عالم نے قرآنِ مجید کے ذریعے جس ضابطۂ حیات اور اخلاقی کسوٹی سے ہمیں نوازا ہے، وہ موجودہ ڈیجیٹل دور کی ہر گمراہ کن تحریک، ہر فکری انارکی، ہر غیر ملکی سازش اور شدت پسندانہ بیانیے کے منہ پر ایک کرارا طمانچہ ہے۔ پاکستان کی بقا، ہماری حاکمیت، پائیدار امن اور روزِ روشن کی طرح عیاں روشن مستقبل کی ضامن صرف اور صرف یہ بات ہے کہ ہم اس آن لائن افراتفری، جذباتی ہیجان، فکری غلامی اور اندھی تقلید کے مقابلے میں قرآنی علم و بصیرت، سخت تحقیق اور اسلامی اخلاقیات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔ ہم ان الہامی اصولوں پر سختی سے کاربند ہو کر ہی افواہ سازی، ففتھ جنریشن وار فیئر اور ڈیجیٹل محاذ آرائی کے اس کوڑھ اور

ناسور سے اپنی پاک سرزمین اور اپنے معاشرے کو پاک کر سکتے ہیں اور دنیا کے نقشے پر ایک باوقار، متحد اور ناقابلِ تسخیر قوم کے طور پر ابھر سکتے ہیں۔

رب العزت نے سورۃ الحجرات میں جو حتمی اور ابدی فرمان نازل فرمایا کہ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہوتے رہو۔ یہ آیتِ مبارکہ صرف ماضی کا کوئی واقعہ نہیں بلکہ آج کے ڈیجیٹل پاکستان کے لیے حیات و ممات کا قانون ہے۔ موجودہ دور میں جب ہر گمراہ شخص، ہر اینٹی پاکستان پروپیگنڈا سیل اور ہر فسادی فاسق و فاجر کی شکل میں ایک سکرین کے پیچھے چھپ کر نفرت پھیلا رہا ہے تو بغیر تصدیق کے اس کی بات پر یقین کرنا اور اسے آگے پھیلانا گناہِ عظیم اور قومی خیانت کے مترادف ہے۔ آن لائن انتہا پسندانہ نیٹ ورکس، غیر ملکی ایجنسیاں اور ریاست مخالف عناصر اسی افراتفری کا فائدہ اٹھا کر ہمارے معاشرے کو اندر سے کھوکھلا کر رہے ہیں، ہمارے نوجوانوں کے جذباتی اور پاکیزہ ذہنوں کو مسموم کر رہے ہیں اور ہمارے مذہبی و قومی احساسات کو اشتعال دے کر مصنوعی بحران کھڑے کر رہے ہیں۔

قرآنِ پاک کا ایک اور ہلا دینے والا حکم جو ہمارے لیے معلوماتی ذمہ داری کی سب سے بڑی اور مضبوط ترین ڈھال ہے، سورۃ الاسراء میں آتا ہے جہاں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۚ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا

اور جس بات کی تجھے خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ، بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔ سورہ الاسراء آیت نمبر 36

سوچنے اور کانپنے کا مقام ہے کہ ہم جب بغیر سوچے سمجھے، بغیر تحقیق کے صرف ایک شیئر یا ری ٹویٹ کا بٹن دباتے ہیں تو ہم اللہ کے ہاں مجرم بن رہے ہوتے ہیں۔ آن لائن غیر مصدقہ، پرتشدد اور انتہا پسندانہ مواد کو آگے بڑھانا کوئی معمولی یا تفریحی عمل نہیں ہے بلکہ یہ براہِ راست رب ذوالجلال کے سامنے دینی جواب دہی کا معرکہ ہے۔ جب قرآن ہمارے کان، آنکھ اور دل کے ایک ایک عمل کا حساب مانگ رہا ہے، تو سوشل میڈیا پر پھیلائی جانے والی گمراہی سے ہم خود کو الگ کیسے تھلگ رکھ سکتے ہیں؟ یہ قرآنی اصول علم ہی وہ روحانی اور فکری ہتھیار ہے جو ہمیں آن لائن شدت پسندی، توہین آمیز مواد اور ریاست مخالف بیانیے کے سامنے چٹان کی طرح کھڑا کرتا ہے۔ ہمارے پیارے آقا، معلم کائنات، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے بیان کر دے۔ غور کیجیے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے بغیر تصدیق کے بات آگے پھیلانے والے کو کس قدر سخت الفاظ میں جھوٹا قرار دیا ہے۔ آج پاکستان کے ڈیجیٹل حلقوں میں جو ہولناک کھیل کھیلا جا رہا ہے، اس کی بنیاد یہی سنی سنائی باتیں اور بغیر تحقیق کی وائرل ویڈیوز و آڈیو کلپس ہیں۔ توہینِ مذہب کی جھوٹی افواہیں ہوں یا حکومت اور افواجِ پاکستان کے خلاف گھڑی گئی جعلی سازشیں، یہ سب باتیں ہجوم کے تشدد، قانون کو ہاتھ میں لینے اور معصوم انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کا سبب بنتی ہیں۔ کیا ہم بحیثیت مسلمان اس نبوی فرمان کو بھول چکے ہیں؟ اگر ہم معلومات کو پھیلانے سے پہلے اس نبوی کسوٹی پر پرکھیں اور تحقیق کو اپنا شعار بنا لیں تو دشمن کے آدھے سے زیادہ ہتھیار خود بخود ناکارہ ہو جائیں۔ آن لائن انتہا پسندی کا یہ شیطان ایک انتہائی منظم اور زہریلے طریقے سے آگے بڑھتا ہے۔ اس کی شروعات کسی جھوٹی اشتعال انگیزی سے ہوتی ہے پھر اس میں شدید جذباتی ابال پیدا کیا جاتا ہے، اس کے بعد اسے مذہب یا مسلک کا مقدس رنگ دیا جاتا ہے اور بالآخر بات پرتشدد اقدامات، توڑ پھوڑ اور ملک کو آگ لگانے کے مطالبات تک جا پہنچتی ہے۔ قرآنِ کریم نے اس زہریلے نفسیاتی حربے کو پہلے ہی بے نقاب کر دیا تھا جب سورۃ النساء میں فرمایا گیا کہ جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو وہ اسے بلا تحقیق پھیلا دیتے ہیں۔ غیر مصدقہ مواد کو شیئر کرنا دراصل انتہا پسندوں، دہشت گردوں اور ملک دشمن عناصر کی بھرتی اور ان کی ترغیب کی مہم کو اپنے ہاتھوں سے طاقت فراہم کرنا ہے۔ جب ایک عام شہری محض تجسس یا جذباتی ہو کر ایسی خبر شیئر کرتا ہے تو وہ ان دشمنوں کا آلہ کار بن رہا ہوتا ہے جو اس پاک سرزمین پر انارکی اور خون خرابا چاہتے ہیں۔

اسلام میں تثبت یعنی کسی بھی بڑے اور اہم فیصلے سے پہلے محتاط، سنجیدہ اور عمیق تصدیق رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مبارکہ سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ کے پاس جب بھی کسی قبائلی تنازعے، کسی سنگین الزام یا کسی جنگی صورتحال کی رپورٹ آتی تو آپ ﷺ تب تک کوئی قدم نہ اٹھاتے جب تک کہ معاملے کی بالکل تہہ تک نہ پہنچ جاتے اور سچائی کا نچوڑ سامنے نہ آ جاتا۔ اگر آج ہر پاکستانی شہری یہ عہد کر لے کہ وہ ہر

وائرل ہونے والے مذہبی، سیاسی اور قومی دعوے پر اس نبوی سنت اور تثبت کے اصول کو لاگو کرے گا تو انتہا پسندوں اور بیرونی سازشیوں کا تیار کردہ زہریلا پروپیگنڈا لمحوں میں زمین بوس ہو جائے گا۔ قومیں صرف سرحدوں پر جنگیں نہیں ہارتیں قومیں تب ہارتی ہیں جب ان کے شہری اپنے رویوں میں اتنے غیر ذمہ دار ہو جائیں کہ دشمن کے پھیلاؤ کو سچ مان کر اپنے ہی گھر میں آگ لگا دیں۔ آن لائن تقسیم، مسلکی نفرت، اور نسلی تعصب کوئی اتفاقی بات نہیں ہے بلکہ یہ پاکستان کے جانی دشمنوں کی ایک نہایت دانستہ، باریک اور گہری حکمت عملی ہے۔ دشمن جانتا ہے کہ وہ ایٹمی پاکستان کو بالمشافہ جنگ میں کبھی شکست نہیں دے سکتا، اس لیے اس نے پاکستانیوں کو مذہبی، فرقہ وارانہ، لسانی اور سیاسی بنیادوں پر باہم دست و گریباں کرنے کا گھناؤنا کھیل شروع کر رکھا ہے لیکن ہمارے رب کا سخت ترین حکم ہے کہ اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ جب بھی ہم سوشل میڈیا پر کوئی ایسا مواد شیئر کرتے ہیں جو قوم کو تقسیم کرتا ہے، جو کسی مسلک، ادارے یا صوبے کے خلاف نفرت بھڑکاتا ہے تو ہم قرآنی حکم کی براہِ راست خلاف ورزی کر رہے ہوتے ہیں اور بلا واسطہ پاکستان کے جانی دشمنوں کے ناپاک ایجنڈے کی خدمت کر رہے ہوتے ہیں۔ حبِ وطنی اور ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم اس تقسیم کاری کی دیوار کو اپنے اتحاد اور علم سے ڈھا دیں۔ پاکستان میں آن لائن جھوٹے الزامات بالخصوص توہینِ مذہب کے نام پر لگائے جانے والے جعلی اور من گھڑت دعووں نے جو قیامت ڈھائی ہے، وہ ہمارے لیے ایک شدید تازیانہ ہے۔ ان افواہوں کی وجہ سے ہجوم کے ہاتھوں معصوموں کا قتل، بستیاں جلانا اور سماجی بدامنی جیسے دردناک واقعات رونما ہوئے ہیں جن سے پوری دنیا میں اسلام اور پاکستان کا امیج مسخ ہوا ہے۔ قرآنِ پاک ایسے بدطینت اور بہتان تراش لوگوں کے بارے میں صاف اور سخت الفاظ میں خبردار کرتا ہے کہ جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ناحق تکلیف دیتے ہیں، انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بہت بڑا بوجھ اپنے سر اٹھا لیا ہے۔ قرآنی اصولِ علم اور سچی تحقیق ہی وہ واحد راستہ ہے جو کسی بے گناہ کی جان بچاتا ہے، نام نہاد مذہبی جذباتیت کا سدِ باب کرتا ہے اور پورے معاشرے کی اخلاقی و جسمانی حفاظت کو یقینی بناتا ہے۔ ہمیں اس بات کا شدید ادراک ہونا چاہیے کہ ہمارا ہر ایک ڈیجیٹل قدم قیامت کے دن اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ ہمارے ہاتھ کا کی بورڈ، ہماری انگلی کا لمس اور ہمارے موبائل کا سکرین، یہ سب ہمارے خلاف یا ہمارے حق میں گواہی دیں گے۔ قرآن نے کان، آنکھ اور دل کو محض جسمانی اعضاء نہیں بلکہ مکمل ذات کی اخلاقی اور شرعی جواب دہی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ہم آن لائن کیا پڑھتے ہیں، کس مواد کو پسند کرتے ہیں، کس خبر کو بغیر تصدیق کے آگے بڑھاتے ہیں اور کس زہر کو جذباتی ہو کر ہوا دیتے ہیں، یہ سب قیامت کے دن خالقِ کائنات کے سامنے حساب دینے کا معرکہ ہے۔ اگر ہم نے اس احساسِ جواب دہی کو اپنے دل میں نہ بٹھایا تو ڈیجیٹل دنیا کی یہ آزادی ہمارے لیے ابدی جہنم کا سبب بن سکتی ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے سائبر کرائم قوانین اور ریاست کی پالیسیاں قرآنی اصولِ علم اور اخلاقیات سے بالکل ہم آہنگ ہیں۔ اسلام نے خاموشی اور سوچ سمجھ کر بولنے کو ایمان کی نشانی قرار دیا ہے۔ صحیح البخاری کی مشہور حدیثِ مبارکہ ہے کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔ آن لائن دنیا میں اس حدیث کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کسی خبر کا مستند علم نہیں ہے یا اگر وہ خبر معاشرے میں فتور، نفرت یا اشتعال پھیلا سکتی ہے تو خاموشی اور اس مواد کو وہیں روک دینا ہی سب سے بڑا جہاد ہے۔ غیر مصدقہ انتہا پسندانہ مواد کو آگے نہ بڑھانا کوئی بزدلی یا بے عملی نہیں بلکہ یہ ایک انتہائی شعوری، غیرت مندانہ اور دینی طور پر عظیم اجر کا حامل ڈیجیٹل شہری فریضہ ہے۔ آج وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنے پاکستانی نوجوانوں، طلبہ اور شہریوں کو میڈیا لٹریسی اور ڈیجیٹل تصدیق کی سخت ترین تربیت دیں۔ یہ تربیت محض کوئی دنیوی یا شہری تعلیم نہیں ہے بلکہ یہ براہِ راست ربانی اور قرآنی حکم کی تعمیل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھو۔ وائرل ہونے والے مواد، سنسنی خیز دعووں اور اشتعال انگیز ویڈیوز پر فوری جذباتی ردِعمل دینے کے بجائے، معتبر، مستند اور علمی ذرائع و اداروں سے رجوع کرنا عین دینِ اسلام کا تقاضا ہے۔ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ کی بورڈ واریئر بننے کے بجائے علم و تحقیق کے مجاہد بنیں۔ ہمیں دشمن کے پروپیگنڈا اسپلز کو یہ واضح پیغام دینا ہوگا کہ پاکستان کی قوم اتنی نادان اور جاہل نہیں ہے کہ وہ تمہارے پھینکے ہوئے چارے پر لپک پڑے۔ ہم الہامی ہدایت، نبوی بصیرت اور قرآنی سائنس کے علمبردار ہیں اور ہم اپنے ملک، اپنی پاک افواج، اپنے دین اور اپنی نظریاتی سرحدوں کا دفاع ہر ڈیجیٹل محاذ پر علم، تحقیق اور غیر متزلزل اتحاد کے ساتھ کریں گے۔

ریاستی اختیار سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر

خروج اور مسلح بغاوت کا رد اور ریاستی عمل داری کی پاسداری

- ریاستی اقتدار کے خلاف مسلح بغاوت کو فقہِ اسلامی اور علمِ کلام کی اصطلاح میں ”خروج“ کہا جاتا ہے، اسلامی شریعت کی نظر میں عظیم ترین جرم، شدید ترین فساد اور گناہِ کبیرہ ہے
- احکام قرآن کی روشنی میں نظمِ مملکت کی پاسداری اور قانون کا احترام براہِ راست شرعی و ایمانی تقاضا ہے، اس سے روگردانی بغاوت، فساد فی الارض اور احکامِ الٰہی کی کھلی مخالفت ہے
- جب بھی خود ساختہ مذہبی تقدس، تکفیری ذہنیت یا حکمرانوں پر کفر و فسق اور ارتداد کے فتوے لگا کر ریاست کے خلاف بندوق اٹھائی گئی، اس نے امتِ مسلمہ کو تباہی کے سوا کچھ نہ دیا
- اسلامی فقہ کا یہ بنیادی اور مسلّم قاعدہ ہے کہ مسلح جہاد اور قتال کا اعلان، انعقاد اور نفاذ صرف اور صرف ایک تسلیم شدہ اسلامی ریاست کی صوابدید، نظم اور اعلان کے ساتھ مشروط ہے
- غیر ریاستی عناصر، کالعدم تنظیمیں، نجی گروہ اور ملیشیا اگر اپنی طرف سے قتال یا حرب کا اعلان کرتے ہیں تو یہ شرعی، فقہی اور قانونی لحاظ سے جہاد نہیں دہشت گردی اور فساد فی الارض ہے

مفتی امیر حسین حقانی

ریاستی اختیار سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر: خروج اور مسلح بغاوت کا رد اور ریاستی عمل داری کی پاسدار یا سلامی شریعت کا تمام تر فکری و عملی ڈھانچہ امن، اعتدال، نظم و ضبط اور انسانی برادری کی اجتماعی سلامتی کی بقا پر قائم ہے۔ دینِ اسلام نے مقصدِ شریعت کے طور پر انسانی جان، مال، عقل، نسب اور عزت و آبرو کے تحفظ کو بنیاد اور مقدم ترین حیثیت عطا کی ہے۔ اس عظیم شرعی مقصد اور انسانی فلاح کے حصول کے لیے اسلام نے ریاستی اقتدار، آئینی نظم اور حکومتی اتھارٹی کی پاسداری و اطاعت کو ہر مسلمان پر شرعی فرائض میں شامل کیا ہے۔ ریاست کا وجود ہی دراصل کسی معاشرے کو فتنہ، انارکی، خودسری، جنگل کے قانون اور باہمی قتل و غارت گری سے محفوظ رکھنے کا واحد قانونی، عقلی اور شرعی ذریعہ ہے۔ اسی بنیادی حکمتِ عملی کے پیشِ نظر قرآنِ حکیم اور احادیث نبویہ میں صاحبانِ امر کی اطاعت اور ریاستی عمل داری کی پابندی پر غیر معمولی تاکید اور شدت کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔ اسلامی شریعت کے ضوابط کی رو سے کسی بھی فرد، گروہ، تنظیم یا نجی ادارے کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ وہ کسی بھی سیاسی، مذہبی، نجی یا جذباتی بہانے، تاویل اور آڑ میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے، متوازی عدالتیں قائم کرے یا ریاست کے قائم کردہ اجتماعی نظم و نسق اور حاکمیت کو چیلنج کرے۔ ریاستی اقتدار کے خلاف مسلح بغاوت جسے فقہِ اسلامی اور علمِ کلام کی اصطلاح میں ”خروج“ کہا جاتا ہے، اسلامی شریعت کی نظر میں عظیم ترین جرم، شدید ترین فساد اور گناہِ کبیرہ ہے۔

تاریخِ اسلام کا محتاط مطالعہ اس حقیقت کا شاہد ہے کہ جب بھی خود ساختہ مذہبی تقدس، تکفیری ذہنیت یا حکمرانوں پر کفر و فسق اور ارتداد کے فتوے لگا کر ریاست کے خلاف بندوق اٹھائی گئی، اس نے امتِ مسلمہ کو تباہی، غیر مستحکم حالات اور مسلمانوں کی مقتول لاشوں کے سوا کچھ نہیں دیا۔ احادیثِ مبارکہ میں ان فتنہ پرور اور متشدد عناصر کی مذمت اتنی سختی اور صراحت سے کی گئی ہے کہ انہیں ”کلاب النار“ (جہنم کے کتے) اور مخلوق میں امت کا بدترین گروہ قرار دیا گیا ہے۔ جو لوگ دینِ مبین کا نام لے کر تکفیری سوچ کو فروغ دے کر اور گمراہ کن نظریات پھیلا کر مساجد، بازاروں، سیکیورٹی اداروں، عوامی مقامات اور بے گناہ شہریوں پر حملے اور خودکش دھماکے کرتے ہیں، وہ شریعت مطہرہ کے پاسبان نہیں بلکہ خوارج کے سیاہ نقشِ قدم پر گامزن ہیں۔ ان کا یہ قبیح عمل نہ تو جہاد ہے

اور نہ ہی دین وملت کی کوئی خدمت بلکہ یہ صریحاً بغاوت، فساد فی الارض، بغاوتِ عالیہ اور احکامِ الٰہی کی کھلی اور سنگین مخالفت ہے۔قرآنِ مجید جائز ریاستی اختیار کی اطاعت کا صریح اور غیر مبہم حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

''اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں''(النساء 59:4)۔

اس قرآنی حکم سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نظمِ مملکت کی پاسداری اور قانون کا احترام ایک براہِ راست قرآنی و ایمانی تقاضا ہے۔ پاکستان کے ریاستی اداروں اور جمہوری و آئینی حاکمیت کے خلاف مسلح بغاوت یا عسکریت پسندی کو کسی بھی معتبر قرآنی آیت، حدیثِ نبوی یا فکری و علمی تعبیر کے تحت ذرہ برابر بھی جواز حاصل نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کو اجتماعی نظم و ضبط قائم رکھنے کی سخت تاکید فرماتے ہوئے اور جماعت سے الگ ہونے کے بھیانک انجام سے خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا اور اسی حالت میں مر گیا، وہ جاہلیت کی موت مرا'' (صحیح البخاری، 7053)۔ اجتماعی نظم اور قومی یکجہتی کو پاش پاش کرنے والی ہر قسم کی مسلح بغاوت اس واضح نبوی وعید کے دائرے میں آتی ہے اور اسے کسی بھی صورت میں مذہبی، فکری یا اخلاقی طور پر جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسلام کی کلاسیکی علمی، تفسیری اور فقہی روایت قائم شدہ ریاستی اختیار کے خلاف مسلح بغاوت کو ایک سنگین اور خوارجی خلاف ورزی قرار دیتی ہے۔ انتہا پسند اور عسکریت پسند گروہ جن ائمہ و علماء کے اقوال کو مسخ کر کے اور موقع و محل سے ہٹا کر پیش کرتے ہیں، ان ائمہ کی مستند تعلیمات اس کے بالکل برعکس اور واضح ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ جن کے فتاویٰ کو انتہا پسند عناصر اپنے پرتشدد مقاصد کے لیے غلط انداز میں استعمال کرتے ہیں، انہوں نے سیاسی استحکام کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے یہ تاریخی اصول بیان کیا کہ ایک ظالم حکمران کے تحت ساٹھ سال گزارنا، ایک رات حکومتی نظم اور قانون کے بغیر گزارنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ انہوں نے ریاست کے خلاف خروج کی بلا استثناء دوٹوک مخالفت کی ہے۔ بغاوت کے جواز کے لیے ان کی تحریروں کو آڑ بنانے والے عناصر ان کے مستند علمی اور فقیہانہ موقف کو دانستہ اور مکمل طور پر مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اسی فکری تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے امام نووی اور امام غزالی جیسے جلیل القدر شارحین وائمہ نے یہ بنیادی قاعدہ مرتب کیا کہ قائم شدہ ریاستی اختیار کے خلاف مسلح بغاوت اور تصادم اس ناانصافی، برائی یا خرابی سے کہیں زیادہ تباہ کن فتنے، انارکی، خون ریزی اور نقصان کو جنم دیتی ہے جسے ختم کرنے کا مدعی دعویٰ کرتا ہے۔ یہ مستند کلاسیکی علمی اتفاق پاکستان کے جائز ریاستی اداروں کے خلاف تمام مسلح کارروائیوں اور فتنہ انگیزی کے ہر قسم کے نام نہاد مذہبی و شرعی جواز کا مکمل قلع قمع کرتا ہے۔ جہاد بلاشبہ اسلام میں ایک انتہائی مقدس، عظیم الشان اور بلند مرتبے والا فریضہ ہے لیکن اسلامی فقہ کا یہ بنیادی اور مسلّم قاعدہ ہے کہ مسلح جہاد اور قتال کا اعلان، انعقاد اور نفاذ صرف اور صرف ایک تسلیم شدہ اسلامی ریاست کی صوابدید، نظم اور اعلان کے ساتھ مشروط ہے۔ غیر ریاستی عناصر، کالعدم تنظیمیں، نجی گروہ اور ملیشیا اگر اپنی طرف سے قتال یا حرب کا اعلان کرتے ہیں تو یہ شرعی، فقہی اور قانونی لحاظ سے جہاد نہیں بلکہ ڈکیتی، دہشت گردی، فساد فی الارض اور گردن زنی کی قبیل سے ایک انتہائی سنگین اور ناقابلِ معافی جرم ہے۔ کسی بھی نجی گروہ، جتھے یا تنظیم کو یہ اختیار ہرگز میسر نہیں کہ وہ خود ہی قاضی، خود ہی مفتی، خود ہی مدعی اور خود ہی مجاہد بن کر ملک و قوم میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کرے۔ ایسی غیر قانونی، غاصبانہ اور ناپاک کارروائیوں کو جہاد'' کا مقدس نام دینا اسلام کی روح، احکامِ شریعت اور اس کی پاکیزہ تعلیمات پر سب سے بڑا بہتان اور اس عظیم دین کی تذلیل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ریاست کے حفاظتی ڈھانچے اور حکمرانی کے ادارے کی اہمیت کو ان الفاظ میں اجاگر فرمایا: ''امام ایک ڈھال ہے، جس کے پیچھے رہ کر جنگ کی جاتی ہے اور جس کے ذریعے تحفظ حاصل کیا جاتا ہے'' (صحیح مسلم، 1841)۔ پاکستان کی مسلح افواج، پولیس اور دیگر تمام قانون نافذ کرنے والے ادارے اسی حفاظتی ڈھال کا عملی اور آئینی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان اداروں کی حمایت، تقویت اور ان کے ساتھ کھڑا ہونا نبوی تعلیمات سے ثابت اور ہر پاکستانی شہری کا دینی، اخلاقی اور قومی فریضہ ہے۔ اس مقام پر بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہونا فطری امر ہے کہ اگر اسلام مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کی سختی سے ممانعت کرتا ہے، خواہ اربابِ اختیار و اقتدار فاسق و فاجر اور ناانصاف ہی کیوں نہ ہوں، تو پھر مسلمان رعایا کو اپنے حقوق کی پامالی یا حکمرانوں کی ناانصافی پر کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟ کیا ظالم حکمرانوں کو کھلی چھوٹ دے دی جائے کہ وہ جو چاہیں کرتے پھریں اور اہل اللہ و اہل حق خاموش تماشائی بن کر بیٹھے رہیں؟ اسلام جہاں ریاست کی اجتماعیت اور

امن کے تحفظ کے لیے مسلح بغاوت کی ہرگز اجازت نہیں دیتا، وہاں دوسری طرف وہ ظلم و جبر، فسق و فجور، بدعنوانی اور غیر عادلانہ رویوں پر خاموش رہنے یا مداہنت اختیار کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ اس حوالے سے شریعت نے اسلامی ریاست کے شہریوں کے لیے برائی کو روکنے، اصلاحِ احوال کرنے اور عدل و انصاف کے قیام کی جدوجہد کے لیے پرامن، اخلاقی اور آئینی راستے کھلے رکھے ہیں۔کسی بھی سوسائٹی میں برائی کو روکنے اور اچھائی کو فروغ دینے کا عمل اسلامی اصطلاح میں ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کہلاتا ہے۔ خواہ برائی، حکومتی مظالم کی صورت میں ہو یا کرپشن کی صورت میں، غیر آئینی اقدامات کی شکل میں ہو یا آمرانہ طرزِ عمل کی صورت میں، غیر منصفانہ قوانین کی صورت میں ہو یا ملک و قوم کے مفاد کے خلاف پالیسیوں کی صورت میں، اس برائی کو روکنے اور اسے اچھائی سے بدلنے کی ہر پرامن کوشش اسی فریضے کے ذیل میں آتی ہے۔قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو اس ذمے داری کا احساس دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.

''تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔'' (آل عمران، 110:3)

ایک اور مقام پر اہل ایمان مردوں اور عورتوں کی بنیادی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.

''اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔'' (التوبہ، 71:9)

یہ فرض جہاں انفرادی سطح پر ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے، وہاں حکومتی و اجتماعی سطح پر پھیلنے والی خرابیوں کا ازالہ محض انفرادی کوششوں سے ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے لیے منظم اور جماعتی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔قرآنِ کریم نے اس مقصد کے لیے تنظیم اور جماعت سازی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

''اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور وہی لوگ بامراد ہیں۔'' (آل عمران، 104:3)

احادیث نبویہ میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت اور اس سے غفلت برتنے کے ہلاک آفرین نتائج پر سخت تنبیہ کی گئی ہے۔حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے گا۔ پھر تم اسے (مدد کے لیے) پکارو گے تو تمہاری پکار کو رد کر دیا جائے گا'' (سنن الترمذی، 2169)۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی عظیم الشان زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، جنھوں نے خلقِ قرآن کے فتنہ پر ریاستی جبر، قید و بند اور کوڑوں کی عقوبتیں برداشت کیں لیکن کبھی بھی وقت کے مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح بغاوت یا خون ریزی کی دعوت نہیں دی، بلکہ صبر اور فکری استقامت کا پرامن نمونہ قائم رکھا۔قرآنِ کریم تمام اختلافات اور شکایات کے تصفیے کے لیے آئینی اور قانونی راستہ بتاتے ہوئے فرماتا ہے:''اگر کسی معاملے میں تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ'' (النساء 59:4)۔عدالتیں، آئینی فورمز، اہلِ علم سے رجوع اور قانونی طریقہ کار ہی کسی مسلم معاشرے میں اصلاح کے مستند ذرائع ہیں۔ آئینِ پاکستان عدل، مشاورت اور جواب دہی کے اسلامی اصولوں پر مبنی ہے اور سیاسی و سماجی اصلاح کے لیے جمہوری ذرائع فراہم کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:''ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں'' (الشوریٰ 38:42)۔

پاکستان کی ارضِ پاک، اس کے آئین اور اس کے شہریوں کا مسلح انتہاپسندوں کے شر سے دفاع کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی قابلِ قدر اور بابرکت خدمت ہے۔ جو عناصر مذہبی نعروں یا جذباتی نعرے بازی کو ڈھال بنا کر ریاست کی سلامتی کو ڈسنے اور فتنہ انگیز مسلح خروج کرنے کی کوشش کرتے ہیں، شرعی احکام کے مطابق ان کا مکمل قلع قمع کرنا اور ان کے فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ریاست کی شرعی و قانونی ذمہ داری ہے۔ قانون کی بالادستی، امن کی بقا اور ریاست کے وجود کو تحفظ فراہم کیے بغیر نہ دین کا قیام ممکن ہے اور نہ ہی دنیا کی فلاح۔ لہٰذا، کسی بھی نام نہاد تکفیری فلسفے، نجی تاویل یا جذباتی گمراہی سے قطع نظر، مسلح خروج کا بے لاگ رد اور ریاستی عمل داری کی کامل پاسداری ہی امن، ایمان، وطن اور اسلام کی سچی پاسبانی ہے۔

مولانا زاہد عباسی

۱۴ اگست کا مبارک اور تاریخی دن صرف ایک قومی جشن کا نام نہیں بلکہ یہ ازسرِ نو اس عظیم عہد کی تجدید کا موقع ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان محض جغرافیائی خطہ زمین نہیں، بلکہ برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کی نظریاتی بقا اور دینی تشخص کی علامت ہے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر ابھرنے والی یہ سرزمین وہ واحد ریاست ہے جس کی بنیاد کلمہِ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ" پر رکھی گئی۔ آزادی کی اس پرمسرت مناسبت پر جہاں پوری قوم اپنے شہدائے آزادی، حریت پسندوں اور بانیانِ پاکستان کو خراجِ تحسین پیش کررہی ہے، وہیں یہ دن ہمیں اپنے ملک کے تحفظ، اس کے آئینی وشرعی فریم ورک کی پاسداری اور اسلام کا نام استعمال کر کے ملک میں فساد اور تکفیر پھیلانے والے فتنوں کے خلاف علمی وفکری محاذ آرائی کا درس بھی دیتا ہے۔ قیامِ پاکستان کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کو ایک ایسا آزاد اور خود مختار خطہ حاصل ہو جہاں وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں۔ آزادی کے وقت تقریباً چھ کروڑ مسلمانوں نے اپنے دینی وتہذیبی اقدار کے تحفظ کی خاطر ہجرت کی اور بے شمار قربانیاں دے کر اس پاک سرزمین کی شہریت قبول کی۔ ابتدائی ایام میں تمام تر معاشی، انتظامی اور سیاسی چیلنجز کے باوجود حکومتِ پاکستان کی اولین ترجیح یہی رہی کہ ملکی نظام اور ڈھانچے کو اسلامی اصولوں پر استوار کیا جائے۔ یہ دعویٰ کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہوا یا یہاں محض انگریز کا طاغوتی قانون چل رہا ہے، تاریخی حقائق اور آئینی دستاویزات سے کھلم کھلا انحراف ہے۔ پاکستان وہ ملک ہے جہاں قانون سازی کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر رکھی گئی ہے۔ ۱۹۷۳ء کا آئین اس بات کا زندہ و جاوید ثبوت ہے۔ آئین کے ابتدائیہ میں شامل تاریخی قراردادِ مقاصد واضح کرتی ہے کہ کل کائنات کی بلا شرکتِ غیرے حاکمیتِ مطلقہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور پاکستان کے عوام کو جو اختیار واقتدار اس کی مقررہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق حاصل ہے، وہ ایک مقدس امانت ہے۔ اسی طرح آئین کا آرٹیکل ۳۱ ریاست کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ شہریوں کے لیے ایسے حالات وسہولیات فراہم کرے جن کے تحت وہ قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔ آرٹیکل ۲۲۷ اس آئین کی سب سے اہم شرعی شق ہے جو یہ واضح ضمانت دیتی ہے کہ تمام موجودہ قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالا جائے گا اور کوئی بھی ایسا قانون وضع نہیں کیا جا سکے گا جو اسلامی احکام کے منافی ہو۔ صرف آئینی شقیں ہی تحریر نہیں کی گئیں بلکہ ان پر عمل درآمد کے لیے خودمختار اور بااختیار ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ آئین کے آرٹیکل ۲۰۳-سی اور ڈی کے

تحت قائم وفاقی شرعی عدالت ملکی قوانین کا جائزہ لیتی ہے اور اگر کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی پایا جائے تو اسے کالعدم قرار دینے کا قانونی اختیار رکھتی ہے۔ سپریم کورٹ کا شریعت مرافعہ بینچ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں کے خلاف حتمی اپیل اور شرعی جانچ پڑتال کے لیے اعلیٰ ترین عدالتی پلیٹ فارم ہے جبکہ اسلامی نظریاتی کونسل پارلیمنٹ کو قوانین کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ان عدالتوں میں آئین کے آرٹیکل ۲۰۳-ج کے تحت کم ازکم ۱۵ سالہ شرعی وفقہی تجربہ رکھنے والے جید علماء کو بطورِ جج تعینات کیا جاتا ہے اور آرٹیکل ۲۰۳-ہ کے تحت فقہ وشریعت پر عبور رکھنے والے ممتاز قانون دانوں اور علماء کی باقاعدہ معاونت حاصل کی جاتی ہے۔ یہ تمام تر آئینی تحفظات اس بات کا حتمی ثبوت ہیں کہ پاکستان کا قانونی وعدالتی نظام شرعی بنیادوں پر استوار ہے۔

جشنِ آزادی کے اس موقع پر ان گمراہ کن عناصر کے فکری مغالطوں کا پردہ چاک کرنا بھی ضروری ہے جو خود ساختہ مفتی بن کر ریاستِ پاکستان، اس کے آئین، شہریوں اور سیکیورٹی فورسز پر "کفر" اور "ارتداد" کے فتوے جاری کرتے ہیں۔ فقہِ اسلامی میں کسی مسلم کو دائرۂ اسلام سے خارج (مرتد) قرار دینا انتہائی حساس اور سنگین معاملہ ہے۔ اس کے لیے سخت شرعی شرائط (بلوغ، عقل، اختیار) کا ہونا اور صریح طور پر ضروریاتِ دین کا انکار کرنا لازمی ہے۔ بغیر شرعی ثبوت اور شرعی ضوابط کے کسی کلمہ گو یا اسلامی ریاست پر کفر کا الزام لگانا خود الزام لگانے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ صحیح بخاری (حدیث: ۶۰۴۵) میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی پر بغیر کسی وجہ کے فسق یا کفر کا الزام لگائے، تو اگر وہ شخص بے گناہ ہو تو یہ الزام لگانے والے پر ہی پلٹ جاتا ہے۔ ایک ایسی ریاست جس کی بنیاد کلمہِ طیبہ پر ہو، جس کا آئین حاکمیتِ الٰہی کو تسلیم کرتا ہو، جہاں لاکھوں مساجد اور ہزاروں دینی مدارس قائم ہوں، اس کے دفاعی اداروں اور شہریوں کے خلاف تکفیری فتوے دینا خالصتاً جہالت، گمراہی، بغاوت اور دشمنانِ ملک کے ایجنڈے کی تکمیل ہے۔

تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں تاتاریوں نے مسلم دنیا پر دھاوا بول کر آبادیوں، مساجد اور کتب خانوں کو تباہ و برباد کیا اور معصوم انسانوں کا بے دریغ خون بہایا۔ تاریخ دان ابنِ اثیر نے اسے امتِ مسلمہ کے لیے تاریخ کا عظیم ترین سانحہ قرار دیا تھا۔ آج دین کا ناقص علم رکھ کر تشدد اور فتنہ پھیلانے والے انتہا پسند گروہ اپنے اطوار اور افعال میں عصرِ حاضر کے تاتاری ہیں، جو اللہ کے گھروں (مساجد) پر خودکش دھماکے کرتے ہیں، آرمی پبلک سکول پشاور جیسے دلخراش واقعات میں معصوم کلیوں کو بے دردی سے شہید کرتے ہیں اور آئین، قانون اور امن کی بات کرنے والے جید علماءِ حق پر الزام تراشی اور ان کی تذلیل کرتے ہیں، انہیں شہید کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی سورۃ المائدہ (آیت ۳۳) میں اللہ تعالیٰ نے ملکی سلامتی کے خلاف مسلح خروج کرنے اور زمین میں فساد پھیلانے والے محاربین کی سخت ترین سزا اور انجام بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کی کوشش کریں، ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب تیار ہے۔ اسی طرح سیاسی و مذموم مقاصد کے لیے اسلام کا نام غلط استعمال کرنے والوں اور ریاکاری کا سہارا لینے والوں کے بارے میں قرآن پاک کا حکم سورۃ النساء (آیت ۱۴۵) میں بالکل واضح ہے کہ بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے، اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ ۱۴ اگست یومِ آزادی کا پیغام ہر ذمے دار اور باشعور پاکستانی کے لیے یہی ہے کہ وہ اس مملکتِ خداداد کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی پاسبانی کرے۔ پاکستان میں قائم تقریباً ۳ لاکھ مساجد، ہزاروں رجسٹرڈ مدارس اور آئینِ پاکستان کا اسلامی ڈھانچہ اس بات کا روشن ثبوت ہیں کہ ریاست اپنے شہریوں کے اسلامی تشخص کا تحفظ پوری ایمانداری سے کر رہی ہے۔ دہشت گرد اور تکفیری عناصر کا بیانیہ خالصتاً فتنہ انگیزی اور خوارج کی سنت ہے۔ قومی سلامتی، امن اور خوشحالی کا تقاضا ہے کہ ہم سب مل کر اپنے دفاعی اداروں، جید علماءِ حق اور آئینِ پاکستان کی بالادستی کے ساتھ کھڑے ہوں اور ان جدید تاتاریوں کی فکری وفزیکل بیخ کنی کے لیے پرعزم رہیں۔

پاکستان پائندہ باد!

- اعتدال کا مکمل و کامل مجسمہ حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی غلو، شدت پسندی اور بے جا سختگیری سے پاک تھی
- آپ ﷺ کا لایا ہوا دین سلامتی، درگزر، عدل اور احترامِ انسانیت کی بنیادوں پر قائم ہے، جس میں بے گناہ انسانوں کا قتل یا تشدّد کی کوئی گنجائش نہیں
- آپ ﷺ نے "میثاقِ مدینہ" کے نام سے جو تاریخی معاہدہ تشکیل دیا، وہ دنیا کی تاریخ میں اقلیتوں کو حقوق فراہم کرنے کی پہلی تحریری دستاویز ہے
- نبوی رواداری ہر مسلمان کے لیے دائمی معیار ہے، انتہا پسند اور دہشت گرد اسلام کو دائمی جنگ و جدال اور تصادم کے مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں

مفتی نور اللہ فاروقی

نبیِ آخر الزماں، رحمتِ دو جہاں، رسولِ اکرم، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، شاہِ مدینہ، تاجدارِ ختمِ نبوت، امام الانبیاء، سید المرسلین، حبیبِ خدا، محسنِ انسانیت، شفیعِ المذنبین، انیسِ بے کساں، والیِ دو عالم، سراجِ منیر، صاحبِ کوثر و معراج، اقلیمِ ہدایت کے تاجدار، منبعِ جود و سخا، ختم المرتبت، شفیعِ محشر، ہادیِ برحق، رحمتِ عالم، نورِ مجسم، خیر البریہ، محبوبِ رب العزت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پوری نبوی زندگی اور دعوت کا ہر پہلو اسلامی تعلیمات کی بنیادی روح یعنی وسطیت، اعتدال اور توازن کا ایک بے مثال اور عملی نمونہ ہے۔ رحمتِ دو جہاں ﷺ کی حیاتِ طیبہ محض چند نظریاتی باتیں یا وعظ نہیں تھی بلکہ ایک ایسا عملی اور جامع نظامِ زندگی تھی جس نے انسانی تاریخ کے رخ کو موڑ کر رکھ دیا۔ اسلام محض چند عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل، ہمہ گیر اور عالمگیر ضابطۂ حیات ہے جس کی بنیاد اعتدال، مساوات اور احترامِ انسانیت پر قائم ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات پوری کائنات کے لیے ایک دائم اور کامل اسوہ ہے۔ قرآنِ مجید میں امتِ مسلمہ کو "امتِ وسط" یعنی اعتدال پسند اور متوازن امت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنایا" (البقرہ 143:2)

یہ وسطیت اور اعتدال امتِ مسلمہ کا طرۂ امتیاز اور ربانی صفت ہے اور اس اعتدال کا مکمل و کامل مجسمہ حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی غلو، شدت پسندی اور بے جا سختگیری سے پاک تھی اور آپ ﷺ نے ہر معاملے میں میانہ روی کو پسند فرمایا۔ قرآنِ کریم نے ایک دوسرے مقام پر کامل اطاعت اور احسان کا معیار بیان کرتے

ہوئے فرمایا:

وَمَنۡ اَحۡسَنُ دِيۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ

''اس شخص سے بہتر دین میں کون ہے جس نے اللہ کے حکم پر پیشانی رکھی اور وہ نیکی کرنے والا ہو گیا'' (النساء 125:4)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر معاملے میں آسانی اور اعتدال کی ہدایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''آسانی پیدا کرو اور دشواری پیدا نہ کرو'' (صحیح البخاری، 69)

وسطیت کا بنیادی مقصد معاشرے سے مشکلات کا خاتمہ کرنا اور امن و سکون کی فضا قائم کرنا ہے، نہ کہ مذہب کی من مانی تعبیر کے ذریعے لوگوں پر سختیاں اور جبر مسلط کرنا۔ موجودہ دور میں جہاں دنیا تعصب، پرتشدد انتہاپسندی اور مذہبی منافرت کے آسیب سے نبرد آزما ہے، وہاں سیرتِ طیبہ کا درخشندہ پہلو ہمیں ''وسطیت'' کا وہ لائحہ عمل فراہم کرتا ہے جو ہر قسم کے تعصب اور شدت پسندی کا ناطق جواب ہے کیونکہ اسلام کا اصل بیانیہ امن و امان اور شائستگی پر مبنی ہے، نہ کہ قتل و غارت اور جبر و اکراہ پر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ پوری انسانیت کے لیے رب ذوالجلال کا عظیم ترین احسان اور سرچشمۂ رحمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین سلامتی، درگزر، عدل اور احترامِ انسانیت کی بنیادوں پر قائم ہے، جس میں بے گناہ انسانوں کا قتل یا تشدد کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کائناتی مشن کو بیان کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا: ''مجھے تمام انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے'' (صحیح مسلم، 2355)۔ اس نبوی اعلان سے یہ روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا اصل جوہر المحبت، شفقت اور امن ہے، نہ کہ قتل و غارت گری۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمانہ طرزِ عمل اور عفو و درگزر صرف اپنوں یا دوستوں تک محدود نہیں تھا بلکہ دشمنوں اور بیگانوں کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویہ بے مثال رحمدلی اور ظرف پر مبنی تھا اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا طرۂ امتیاز تھا۔ مکہ مکرمہ کی ۱۳ سالہ زندگی میں جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، ملک بدر کیا اور جنگیں مسلط کیں، اس رحمانہ رویے کا اوجِ ثریا فتحِ مکہ کے تاریخی موقع پر نظر آیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے اور سامنے وہ شدید ترین دشمن کھڑے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام تر قدرت کے باوجود انتقام کے بجائے تاریخ ساز عمومی معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: ''آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو'' (ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ)۔ طائف کے میدان میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھروں کی برسات کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لہولہان ہو گئے، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک پر بددعا کے بجائے ہدایت اور رحم کی دعا ہی جاری رہی۔ یہی وہ اخلاقی بلندی اور بے مثال عالمگیر درگزر تھا جس نے دلا ور سے دلاور دشمنوں کے قلوب کو مسخر کر دیا اور یہی حقیقی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ غیر مسلموں، اقلیتوں اور معاہدین کے حقوق کی پاسداری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوی سیرت کا ایک انتہائی اہم اور روشن باب ہے۔ اسلام ریاست کے تمام شہریوں کے حقوق کا مساوی تحفظ کرتا ہے، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب یا عقیدے سے ہو۔ مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''میثاقِ مدینہ'' کے نام سے جو تاریخی معاہدہ تشکیل دیا، وہ دنیا کی تاریخ میں اقلیتوں کو مذہبی، اجتماعی اور شہری حقوق فراہم کرنے کی پہلی تحریری دستاویز ہے۔ اس کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریاستِ مدینہ میں تمام غیر مسلم شہریوں کے جان، مال، عزت اور عبادت گاہوں کے تحفظ کی کامل ضمانت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلم اقلیتوں اور معاہدین کے حقوق کی پاسداری کو اتنی اہمیت دی کہ امت کو سختی سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا: ''جو شخص کسی معاہد غیر مسلم پر ظلم کرے گا، اس کا حق مارے گا، اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے گا، یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے گا، تو قیامت کے دن میں اس کے خلاف مدعی ہوں گا'' (سنن ابی داود، 3052)۔ یہ فرمانِ نبوی ان تمام انتہاپسند بیانیوں کی براہِ راست تردید کرتا ہے جو غیر مسلم شہریوں کے خلاف تشدد اور نفرت کو فروغ دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآنِ پاک کا واضح حکم ہے: ''اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی'' (الممتحنہ 8:60)۔ بلا تفریقِ مذہب و ملت تمام انسانوں کے ساتھ عدل و احسان کرنا اور ان کی جان، مال و آبرو کی حفاظت کرنا ہر مسلمان شہری پر عائد ایک لازمی قرآنی و شرعی ذمہ داری ہے۔ عدل و انصاف کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موقف بالکل واضح، غیر متزلزل اور بے لچک تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں اپنے اور بیگانے، امیر اور غریب، اور حاکم اور محکوم میں انصاف کے معاملے میں کوئی تفریق نہیں تھی۔

ایک موقع پر جب ایک معزز خاندان کی خاتون پر چوری کے جرم کا ثبوت سامنے آیا اور لوگوں نے سفارش کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ تم سے پہلی قومیں اسی لیے تباہ ہوئیں کہ وہ غریب پر حد قائم کرتے تھے اور امیر کو چھوڑ دیتے تھے، اگر میری بیٹی فاطمہ بھی ایسا کرتی تو میں اس پر بھی قانون کا اطلاق کرتا۔

سیرتِ طیبہ کا بنظرِ غائر مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ مکالمے، شائستگی اور امن کو اولیت دی۔ آپ ﷺ نے دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے بیمار افراد کی عیادت فرمائی، مخالفین کے ساتھ باوقار اور مہذب انداز میں گفتگو کی اور مختلف العقائد اقوام کے وفود کا خیر مقدم فرمایا، جیسا کہ قرآنِ مجید حکم دیتا ہے:

اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ

''اپنے رب کے راستے کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے بلا'' (النحل 125:16)

نبوی رواداری ہر مسلمان کے لیے دائمی معیار ہے۔ انتہا پسند اور دہشتگرد اسلام کو دائمی جنگ وجدال اور تصادم کے مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں، جبکہ قرآنِ کریم اس تحریف کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ

''اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو'' (الانفال 61:8)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری نبوی زندگی میں غیر ضروری تصادم کے بجائے مذاکرات، معاہدات اور پائیدار امن کو ترجیح دی۔ حتیٰ کہ حالتِ جنگ میں بھی جہاں جذبات اور انتقام کا غلبہ ہوتا ہے، آپ ﷺ نے غیر جنگجوؤں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، عابدوں اور زاہدوں کو قتل کرنے، درختوں کو کاٹنے اور عمارتوں کو مسمار کرنے سے سختی سے منع فرمایا۔ جہاد کے حوالے سے بھی انتہا پسند گروہ اس مقدس اصطلاح کو مسخ کر کے اپنے سفاکانہ مقاصد اور دہشت گردی کے لیے استعمال کرتے ہیں جبکہ سیرتِ نبوی ﷺ میں جہاد کی حقیقت بالکلیہ مختلف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوے سے واپسی پر ارشاد فرمایا: ''ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹے ہیں''، یعنی نفس کی اصلاح اور تربیت کی طرف (ابن حجر، تسدید القوس)۔

حقیقی نبوی جہاد کا آغاز انسان کے اپنے نفس کی اصلاح سے ہوتا ہے، معصوم لوگوں کا خون بہانا اور فساد برپا کرنا جہاد نہیں بلکہ دہشت گردی ہے جو جہاد کی روح اور مقصد کی مکمل ضد ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے امت کو حقیقی اسلام اور ایمان کو پہچاننے کا جو واضح ترین معیاری تصور عطا فرمایا، وہ امن اور تحفظ پر مبنی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''(بہترین اسلام اس شخص کا ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں'' (صحیح البخاری، 13:1)۔ اس حدیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ کا جواب دے کر لوگوں کے اس اعتراض اور الجھن کو دور فرما دیا کہ ''ہم کس کا اسلام مانیں اور کس کا نہ مانیں۔'' آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ بہترین اسلام ان لوگوں کا ہے جن کے ہاتھ اور زبان سے تمام طبقاتِ انسانی محفوظ رہیں، جو بقائے باہمی، محبت و رواداری، تحمل و برداشت اور بین المذاہب رواداری کے علم بردار ہوں۔ اس کے برعکس اگر کوئی تبلیغ و تنفیذِ دین کے لیے انتہا پسندی، نفرت و تعصب، افتراق و انتشار اور جبر و تشدد کا راستہ اختیار کرے اور پرامن شہریوں کا خون بہائے تو ایسے لوگ، چاہے ظاہری طور پر اعمالِ شرعی کے کتنے ہی پابند کیوں نہ ہوں، ان کا دعویٰ اسلام ہرگز پسندیدہ اور مقبول نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حقیقی اسلام کو پرکھنے کا معیار بنیادی طور پر امن و سلامتی کو قرار دیا ہے۔ اسلامی معاشرت میں ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری اور ایذا رسانی سے گریز کو بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے، اور جو شخص کسی مسلمان کی دنیوی مشکل حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل فرمائے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا'' (صحیح البخاری، 862:2)۔ اس باہمی اخوت کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے پر دستِ درازی یا زبان درازی کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔

بقیہ: صفحہ نمبر **32**

فرمان مصطفیؐ کے مطابق ننگی تلوار پکڑانے یا اشارہ کرنے پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں تو ریاست کے نظم کو چیلنج کر کے بے گناہ جانوں کو تلف کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا

پاکستان میں ہونے والا ہر دہشت گرد حملہ کسی استثنا کے بغیر قرآن کریم کے حکم کی واضح اور سنگین خلاف ورزی دائرے میں آتا ہے

ابن الحسن

اللہ کریم نے مخلوق کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جن کی قدر و قیمت اور اہمیت ہر ذی شعور پر عیاں اور ظاہر ہے اور ان بیش بہا اور انمول نعمتوں میں سب سے بنیادی اور مقدس نعمت انسان کی ”جان“ ہے۔ دینِ اسلام کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک بنیادی خوبی یہ ہے کہ وہ انسانی جان کا سب سے بڑا محافظ اور پاسبان ہے۔ اسلام صرف انسان ہی نہیں بلکہ ہر ذی روح کے تقدس کی تعلیم دیتا ہے اور بلاوجہ کسی کی بھی جان لینے سے سختی سے منع کرتے ہوئے ظلم و زیادتی کرنے والوں کو ہولناک سزا کی نوید سناتا ہے۔ اگر ہم اسلام سے پہلے کے عرب معاشرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں تو جگہ جگہ معمولی باتوں اور تنازعوں پر انسانی خون بکھرا ہوا نظر آتا ہے کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں انسانی خون کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ عرب معاشرہ معمولی باتوں پر خون بہانے کو فخر سمجھتا تھا اور ایسے ہولناک مناظر بھی دکھائی دیتے تھے کہ آدھی آدھی صدی تلواروں سے ایک دوسرے کے سر کاٹ کاٹ کر بازو شل ہو جاتے مگر دل ذرا نہ پسیجتے۔ بچیوں کو زندہ دفن کرنا، غلاموں کو بے وقعت جاننا، قبیلہ پرستی کے نام پر قتلِ عام کرنا اور انتقام کی آگ میں نسلوں تک لڑائیاں جاری رکھنا ان کی پہچان تھی جہاں قصاص کا بھی کوئی عادلانہ اصول موجود نہ تھا۔ معمولی انا کی ٹھیس پر چھڑنے والی جنگ ”بسوس“ جو ایک اونٹنی کے مسئلے پر قبیلہ بنو بکر اور بنو تغلب کے درمیان 40 سال تک جاری رہی اور ”جنگِ داحس وغبراء“ جو گھوڑوں کی دوڑ میں بدنیتی کے باعث عبس اور ذبیان کے درمیان چار دہائیوں تک چلی، جاہلی معاشرے میں خونِ انسانی کی ارزانی کی بھیانک مثالیں ہیں۔ قربان جائیں دینِ اسلام کی مبارک تعلیمات پر کہ جس نے جاہلیت کی اس تاریکی کو مٹا کر انسان کو انسانی خون کی قدر کرنا سکھائی اور خون کے پیاسوں کو انسانی جانوں کا محافظ بنا دیا۔

قرآنِ کریم انسانی جان کے تقدس کو اسلامی تعلیمات کے بنیادی اور ناقابلِ پامالی اصول کے طور پر قائم کرتا ہے جبکہ اس کے برعکس تکفیری انتہاپسندی اپنے سیاسی و عسکری مقاصد کے حصول کے لیے انسانی جان کے اس مقدس اصول کو محض ضمنی نقصان قرار دے کر نظرانداز کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی واضح شریعت کی براہِ راست خلاف ورزی ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے

اَنَّہٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ

النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ

''جس نے کسی جان کو کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے سوا قتل کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا'' (المائدہ32:5)

یہ الٰہی فرمان صاف ظاہر کرتا ہے کہ ایک بے گناہ کا قتل پوری انسانیت کی ہلاکت کے برابر ہے اور پاکستان میں ہونے والا ہر دہشت گرد حملہ کسی استثنا کے بغیر اس واضح قرآنی حکم سے بغاوت کے زمرے میں آتا ہے۔ قرآنِ کریم کسی شرط کے بغیر پوری انسانیت کے احترام کا اعلان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيۡۤ اٰدَمَ

''اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی'' (الاسراء70:17)

یہ الٰہی تکریم ہر انسان کو غیر مشروط طور پر حاصل ہے لہٰذا قتل کو جائز ثابت کرنے کے لیے متاثرین کو انسانیت سے خارج سمجھنا اس واضح قرآنی فرمان کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اسلام میں کسی مسلمان کی جان بوجھ کر ہلاکت کی سزا کے حوالے سے ربِ ذوالجلال کا ارشاد ہے:

وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا

''اور جو کوئی کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔'' (النساء93:4)

تکفیری گروہ اپنے متاثرین کو کافر قرار دے کر ان کے قتل کا جواز پیدا کرتے ہیں حالانکہ تکفیر ایک خطرناک اعتقادی ہتھیار ہے جسے اسلامی فقہ میں بے بنیاد طور پر استعمال کرنے کی کوئی گنجائش نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبردار فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنے بھائی کو اے کافر کہتا ہے تو یہ حکم ان دونوں میں سے ایک پر لوٹتا ہے'' (صحیح البخاری، 6104)۔ نبوی تعلیمات میں مومن کا مقام اس قدر بلند ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: ''(اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیے'' (سنن ابن ماجہ، 3932)۔ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی حقوق کا عالمی منشور عطا کرتے ہوئے فرمایا: ''تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر حرام اور مقدس ہیں'' (صحیح البخاری، 1741)۔ انسانی حرمت کا یہ نبوی منشور ہر پاکستانی شہری پر بلا امتیاز نافذ ہوتا ہے، خواہ اس کا مسلک یا سیاسی نقطۂ نظر کچھ بھی ہو۔ اسلام کی امن پسندی کا عالم یہ ہے کہ اس نے نہ صرف قتل بلکہ مسلمانوں پر ہتھیار تاننے اور اس کی نمائش تک سے روک دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگا دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے'' (صحیح مسلم، 2617)۔ ایک اور روایت میں فرمایا گیا: ''جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو'' (صحیح مسلم، 2616)۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ننگی تلوار کے لین دین سے بھی منع فرمایا (سنن الترمذی، 2163) تاکہ معاشرے میں خوف اور اشتعال انگیزی نہ پھیلے۔ جب ننگی تلوار پکڑانے یا اشارہ کرنے پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں تو ریاست کے نظم کو چیلنج کر کے بارود سے بے گناہ انسانی جانوں کو تلف کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کے نزدیک انسانی جان کس قدر قیمتی تھی، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خون بہانے کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا'' (صحیح البخاری، 6864)۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ''کسی مومن کو قتل کرنے میں اگر زمین و آسمان والے شریک ہو جائیں تو اللہ پاک ان سب کو جہنم میں دھکیل دے'' (سنن الترمذی، 1398) اور یہ کہ ''اللہ کریم کے نزدیک دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان کے ظلماً قتل سے زیادہ آسان ہے'' (سنن

الترمذی، 1395)۔تاریخ کا سب سے پہلا قتل قابیل نے کیا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں جب بھی کوئی ناحق قتل ہوتا ہے تو اس کے گناہ کا ایک حصہ ابنِ آدم (قابیل) کو ملتا ہے کیونکہ اس نے قتل کا راستہ ایجاد کیا (صحیح البخاری، 6867)۔ یہی نہیں بلکہ جو لوگ دہشت گردوں اور قاتلوں کو کسی بھی قسم کی اخلاقی، فکری یا تحریری وتقریری معاونت فراہم کرتے ہیں، ان کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے چند کلمات کے ذریعہ بھی کسی مومن کے قتل میں کسی کی مدد کی تو وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر لکھا ہوگا: یہ اللہ کریم کی رحمت سے مایوس ہے'' (سنن ابن ماجہ، 2620)۔میدانِ جنگ کے سخت ترین حالات میں بھی اسلام عدل اور انسانی جان کی حرمت کا نظام قائم رکھتا ہے۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا واقعہ اس کا روشن ثبوت ہے کہ جب جنگ کے دوران ایک شخص نے تلوار کی زد میں آ کر کلمہ پڑھا اور حضرت اسامہ نے اسے قتل کر دیا، تو بارگاہِ رسالت میں پیش ہونے پر آپ ﷺ نے انتہائی رنج کا اظہار کرتے ہوئے بار بار فرمایا: ''اے اسامہ! کیا تو نے اسے 'لا الہ الا اللہ' کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ قیامت کے دن جب یہ کلمہ آئے گا تو تو اس کا کیا جواب دے گا؟'' (صحیح البخاری، 4021؛ صحیح مسلم، 96)۔ اسی طرح حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے سوال پر کہ اگر کوئی کافر جنگ میں ان کا ہاتھ کاٹ دے اور پھر درخت کی پناہ لے کر اسلام کا اقرار کرے تو کیا اسے قتل کیا جا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے سختی سے منع فرماتے ہوئے ہدایت کی کہ اسے قتل نہیں کیا جا سکتا (صحیح البخاری، 3794)۔ جب حالتِ جنگ میں جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھنے والے دشمن کو بھی امان حاصل ہو جاتی ہے تو پاکستان کے بازاروں، تعلیمی اداروں، مساجد اور ہسپتالوں میں پرامن شہریوں اور مسلمانوں کا قتل عام کرنے والوں کے پاس اپنے اس ظلم کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کی جو تعریف بیان فرمائی، دہشت گرد گروہ اس پر بھی پورا نہیں اترتے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں'' (صحیح البخاری، 10)۔تکفیری گروہ خودکش حملوں کو شہادت کا درجہ دے کر نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں جبکہ قرآنِ کریم میں خودکشی کی صریح ممانعت موجود ہے: ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر بہت مہربان ہے'' (النساء 29:4)۔ جنگ کے دوران بھی رسول اللہ ﷺ نے عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور غیر جنگجو افراد کو قتل کرنے سے سخت منع فرمایا ہے (صحیح البخاری، 3014)۔ مساجد اور عبادت گاہوں پر حملہ کر کے نمازیوں کو خون میں نہلانے والے سب سے بڑے ظالم ہیں جن کے بارے میں قرآنِ پاک اعلان کرتا ہے: ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے سے روک دے اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے... ان کے لیے دنیا میں بھی ذلت ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے'' (البقرہ 114:2)۔ مساجد کی آبادی اور تحفظ صرف صاحبِ ایمان کا کام ہے (التوبہ 18:9)، جبکہ انہیں تاخت و تاراج کرنا سنگ دلی، شقاوت اور بے دینی کی علامت ہے۔علماء اور فقہاء نے دانستہ طور پر مسلمان شہریوں اور ریاست پر حملہ کرنے والے ان عناصر کو ''باغی'' (محاربین) اور مجرم قرار دیا ہے، جن کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کرنا ریاست کا قانونی حق اور دینی ذمہ داری ہے۔ پاکستان کے سیکیورٹی اداروں کی ان دہشت گرد تنظیموں کے خلاف کارروائیاں اسی شرعی اور فقہی ذمہ داری کی تکمیل ہیں۔ تکفیری انتہاپسندی دراصل مسلمانوں کے درمیان مصنوعی نفرتیں پیدا کر کے پروان چڑھتی ہے، جبکہ نبوی تعلیمات ہمیں یہ درس دیتی ہیں: ''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ'' (صحیح مسلم، 2559)۔ یہ نبوی اخوت ہی تکفیری سوچ کے خلاف سب سے مؤثر فکری اور اخلاقی علاج ہے۔ پاکستان بھر میں حرمتِ انسانیت کو یقینی بنانا، ہر شہری کے جان و مال کا تحفظ کرنا اور خونریزی کے لیے پیش کیے جانے والے ہر انتہاپسندانہ بیانیے کو مسترد کرنا دراصل قرآن کے اس الٰہی حکم کی تعمیل ہے: ''زمین میں فساد نہ پھیلاؤ'' (البقرہ 60:2)۔ یہی اسلام کی حقیقی، خالص، معتدل اور جامع تعلیمات کا عملی جوابی بیانیہ ہے۔

ادب الاختلاف اور غصے پر قابو پانے کی سنت

تکفیری سوچ کے خاتمے کے لیے اسلام کی سنہری تعلیمات

اخلاقیات، باوقار اختلاف اور جذباتی ضبط کی بحالی

غصے، حسد اور جذباتی اشتعال پر قابو پانے کی واضح نبوی سنتوں سے انحراف کے نتیجے بھیانک اور مسموم ماحول پروان چڑھا جہاں تکفیری نظریہ تیزی سے سرائیت کر رہا ہے

جب انسان اپنے غصے اور انا کو شریعتِ مطہرہ کے تابع نہیں کرتا تو وہ مخالفت کو ذاتی دشمنی بنا لیتا ہے اور علمی دلیل کا جواب گالی، تشدد اور تکفیر سے دینے لگتا ہے

پیغامِ پاکستان نے اسلام کے اصل، امن پسند، رحیمانہ، عادلانہ اور روادارانہ چہرے کو اجاگر کرتے ہوئے تکفیری بیانیے کی تمام بنیادوں کو اکھیڑ کر رکھ دیا

مفتی امیر حسین حقانی

تاریخِ اسلام کے درخشندہ صفحات اس حقیقتِ مسلمہ کے شاہد ہیں کہ فکری، علمی اور اجتہادی اختلاف کبھی امتِ مسلمہ کے لیے انتشار یا تفریق کا باعث نہیں بنا بلکہ ماضی میں اسے علم کی وسعت، فکر کی بالیدگی اور اسلامی تہذیب کے تنوع کا عظیم حسن تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس سنہری عہد میں باوقار اختلاف کا ایک باقاعدہ اخلاقی معیار اور شائستہ ادب (ادب الاختلاف) قائم تھا۔ ائمہ کرام، مجتہدین اور متکلمین سخت ترین نظریاتی و علمی تفاوت کے باوجود ایک دوسرے کے مقام و مرتبے کے معترف رہتے اور شدید ترین مخالفت کے مواقع پر بھی عدل، عفو، ضبطِ نفس اور حلم کا دامن ہرگز ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیتے تھے تاہم دورِ حاضر میں اخلاقی زوال، سطحی علمیت، اور نفسانی غصے کے غلبے نے مکالمے اور گفتگو کے ان تمام شائستہ قرینوں کو یکسر پامال کر دیا ہے۔ غصے اور انا پر قابو پانے کی نبوی سنتوں سے انحراف کے نتیجے میں ایک ایسا خطرناک ماحول پروان چڑھا ہے جہاں تکفیری نظریہ تیزی سے سرائیت کر رہا ہے۔ یہ تکفیری سوچ بنیادی طور پر فکری تدبر کے بجائے جذباتی اشتعال انگیزی، مصنوعی غصے اور عقلی اسلامی گفتگو کے دانستہ خاتمے پر قائم رہتی ہے۔ اس منفی طرزِ فکر نے معمولی فکری و فرعی اختلافات کی بنیاد پر مخالفین کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنے اور ان پر کفر و ضلالت کے لیبل چسپاں کرنے کے رجحان کو فروغ دیا ہے، جس نے باہمی احترام کے قدسیانہ رشتے کو تار تار کرتے ہوئے امت کے اجتماعی وجود کو نفرت، فکری افراتفری اور عدمِ رواداری کی آگ میں دھکیل دیا ہے۔ اس ہمہ گیر بگاڑ اور نفسیاتی بگاڑ کی جڑوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تکفیریت اور شدت پسندی کی اصل غذا ئیت جذباتی بے اعتدالی اور اخلاقی تربیت کے فقدان سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس، ادب الاختلاف یعنی

باوقار اختلاف کی کلاسیکی اخلاقیات اور غصے پر قابو پانے سے متعلق نبوی تعلیمات اس انتہا پسند طریقہ کار اور تکفیری بیانیے کے خلاف ایک ایسا مضبوط اور ناقابلِ تسخیر فکری دفاع فراہم کرتی ہیں جو انسان کی اندرونی جبلتوں کو عقلِ سلیم اور شرعی حدود کا تابع بناتی ہے۔ رسولِ اکرمؐ کا اسوۂ حسنہ ہمیں سکھاتا ہے کہ کس طرح غصے کے طوفان کو عفو و درگزر اور حلم کی شائستگی میں ڈھالا جائے اور مخالفت کے باوجود حق و عدل کا دامن تھامے رکھا جائے لہٰذا اس فکری و اخلاقی بحران کے تدارک کے لیے محض سطحی بیانات یا سیاسی اقدامات کافی نہیں ہو سکتے بلکہ پاکستان کے دینی اداروں، مدارس اور علمی مراکز میں ان نبوی اصولوں اور باوقار ادبِ اختلاف کی عملی و نصابی سطح پر مؤثر بحالی ناگزیر ہو چکی ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جو تکفیری شدت پسندی کی نفسیاتی و اخلاقی بنیادوں کو براہِ راست کمزور، غیر مؤثر اور منہدم کر سکتی ہے۔ جب تک ہمارے دینی و علمی اداروں میں اختلافی آراء کو علمی متانت سے سننے، غصے و اشتعال کو نبوی ہدایات کے مطابق ضبط کرنے اور مخالف کے نقطۂ نظر کا باوقار جواب دینے کا سلیقہ پختہ نہیں کیا جائے گا، تب تک ایک متوازن اور پرامن اسلامی معاشرے کی تشکیل ممکن نہیں۔ تکفیری جراثیموں کا حتمی قلع قمع صرف اور صرف سنتِ نبویؐ کے اسی تعمیری اور رحیمانہ اخلاقی سانچے سے ہی ممکن ہے جو مخالفت میں بھی عدل اور اختلاف میں بھی احترامِ انسانیت کا درس دیتا ہے۔

بلاشبہ تکفیری سوچ اور شدت پسندی ایک ایسا خطرناک فکری و اخلاقی ناسور ہے جس نے امتِ مسلمہ کے اجتماعی وجود اور فکری شیرازے کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ تاریخِ اسلام کے درخشندہ صفحات اس حقیقتِ مسلمہ کے شاہد ہیں کہ فکری، علمی اور اجتہادی اختلاف کبھی مسلمان معاشرے کے لیے انتشار، تفریق یا باہمی نفرت کا باعث نہیں بنا، بلکہ اسلام کے سنہری دور میں اسے علم کی وسعت، فکر کی بالیدگی، عقل کی کشادگی اور اسلامی تہذیب کا عظیم حسن تسلیم کیا جاتا تھا۔ ائمہ کرام، مجتہدین اور متکلمین کے درمیان شدید ترین نظریاتی و علمی تفاوت کے باوجود باوقار اختلاف کا ایک باقاعدہ، مستحکم اور قائم شدہ اخلاقی معیار موجود تھا، جسے اسلامی روایات میں ادب الاختلاف کا نام دیا گیا۔ اس سنہری عہد میں جلیل القدر علمی شخصیات سخت ترین علمی مناظروں اور بحث ومباحثے کے مواقع پر بھی عدل، عفو، ضبطِ نفس، حلم، اور ایک دوسرے کے علمی مقام و مرتبے کے اعتراف کو ہرگز ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھیں اور یہی شائستگی اسلامی معاشرے کا طرۂ امتیاز تھی تاہم دورِ حاضر میں اخلاقی زوال، سطحی علمیت، نفسیاتی بگاڑ اور نفسانی انا و غصے کے غلبے نے مکالمے، مباحثے اور گفتگو کے ان تمام شائستہ اور مقدس قرینوں کو یکسر پامال کر دیا ہے۔ غصے، حسد اور جذباتی اشتعال پر قابو پانے کی واضح نبوی سنتوں سے انحراف کے نتیجے میں ایک ایسا بھیانک اور مسموم ماحول پروان چڑھا ہے جہاں تکفیری نظریہ تیزی سے سرائیت کر رہا ہے۔ یہ تکفیری سوچ بنیادی طور پر فکری تدبر، علمی متانت اور شرعی حکمت کے بجائے جذباتی اشتعال انگیزی، مصنوعی غصے اور عقلی و شرعی گفتگو کے دانستہ خاتمے پر قائم ہے۔ اس منفی اور تخریبی طرزِ فکر نے معمولی فروعی، فکری اور اجتہادی اختلافات کی بنیاد پر اپنے مخالفین پر کفر، شرک اور ضلالت کے فتوے چسپاں کرنے اور انہیں دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کے خطرناک رجحان کو فروغ دیا ہے، جس نے باہمی احترام، اخوت اور انسانیت کے قدسیانہ رشتے کو تار تار کرتے ہوئے پورے معاشرے کو عدم رواداری، نفرت اور فکری افراتفری کی ہولناک آگ میں دھکیل دیا ہے۔ اگر تکفیریت اور تشدد پسندی کی جڑوں کا گہرا اور نفسیاتی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اصل غذائیت کسی پختہ علمی بنیاد سے نہیں بلکہ جذباتی بے اعتدالی، عدمِ برداشت، نفسانی انا اور اخلاقی تربیت کے شدید فقدان سے حاصل ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے غصے اور انا کو شریعتِ مطہرہ کے تابع نہیں کرتا تو وہ مخالفت کو ذاتی دشمنی بنا لیتا ہے اور علمی دلیل کا جواب گالی، تشدد اور تکفیر سے دینے لگتا ہے۔ اس کے برعکس ادب الاختلاف کی کلاسیکی اخلاقیات اور غصے و اشتعال پر قابو پانے سے متعلق نبوی تعلیمات اس انتہا پسند طریقہ کار اور تکفیری بیانیے کے خلاف ایک ایسا مضبوط اور ناقابلِ تسخیر فکری و اخلاقی دفاع فراہم کرتی ہیں جو انسان کی اندرونی جبلتوں کو عقلِ سلیم اور شرعی حدود کا تابع بناتی ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپؐ کی مبارک سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ کس طرح غصے اور اشتعال کے طوفان کو حلم،

بردباری، صبر اور عفو و درگزر کی شائستگی میں ڈھالا جائے اور شدید ترین مخالفت یا عناد کے مواقع پر بھی حق، انصاف اور عدل کا دامن مضبوطی سے تھاما جائے۔ نبوی تربیت کا بنیادی مقصد ہی انسان کے تزکیۂ نفس کے ذریعے اس کی سرکش جبلتوں کو کنٹرول کرنا ہے تاکہ جب معاشرے میں علمی یا فکری اختلاف پیدا ہو تو وہ تعمیری مکالمے کی شکل اختیار کرے نہ کہ تکفیر اور قتل و غارت کی۔ جب کسی فرد یا معاشرے میں غصے پر ضبط اور مخالف کے احترام کا نبوی جذبہ بیدار ہو جاتا ہے، تو تکفیری سوچ کی نفسیاتی اور اخلاقی بنیادیں خود بخود منہدم ہونے لگتی ہیں اور شدت پسندی کا بیانیہ اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔ اس ہمہ گیر فکری و اخلاقی بحران سے نمٹنے اور ملک و ملت کو شدت پسندی کے عذاب سے بچانے کے لیے ریاست پاکستان کی سطح پر اہم قانونی، انتظامی، فکری اور بیانیاتی اقدامات اٹھائے گئے ہیں، جن میں "نیشنل ایکشن پلان" اور "پیغامِ پاکستان" کا متفقہ بیانیہ وفتویٰ انتہائی بنیادی اور تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ ریاست نے جب یہ محسوس کیا کہ دہشت گردی اور فرقہ واریت کی بنیادیں نفرت انگیز بیانیے اور تکفیری سوچ میں پنہاں ہیں، تو نیشنل ایکشن پلان تشکیل دیا گیا۔ نیشنل ایکشن پلان نے جہاں ایک طرف ملک سے شدت پسندی، کالعدم تنظیمی ساختوں، نفرت انگیز تقاریر اور تکفیری و اشتعال انگیز مواد کی اشاعت و ترویج کے خلاف ریاست کے سخت انتظامی و قانونی عزم کو ظاہر کیا، وہاں اس نقطے کو بھی روزِ روشن کی طرح عیاں کر دیا کہ شدت پسندی کے اس دیرینہ مسئلے کو صرف فوجی کارروائیوں، پولیس آپریشنز یا عارضی قانونی اقدامات سے حل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے لیے فکری، نظریاتی اور تعلیمی محاذ پر بھی جامع اور پائیدار اصلاحات ناگزیر ہیں۔ نیشنل ایکشن پلان کے اسی فکری تقاضے کو پورا کرنے کے لیے پاکستان کے تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء کرام، مفتیانِ عظام، اور دینی و علمی اداروں نے کامل اتفاقِ رائے سے "پیغامِ پاکستان" کے عنوان سے ایک تاریخی، جامع اور متفقہ بیانیہ وفتویٰ مرتب کر کے پیش کیا۔ اس تاریخی دستاویز نے پاکستان کے اندر تکفیریت، باہمی تکفیر کی وبا، فرقہ وارانہ نفرت، اور شریعت یا نفاذِ اسلام کے نام پر ریاست یا اس کے شہریوں کے خلاف پرتشدد کارروائیوں اور مسلح جدوجہد کو قطعی طور پر غیر اسلامی، باطل اور حرام قرار دیا۔ پیغامِ پاکستان نے اسلام کے اصل، امن پسند، رحیمانہ، عادلانہ اور روادارانہ چہرے کو دنیا کے سامنے اجاگر کرتے ہوئے تکفیری بیانیے کی تمام بنیادوں کو اکھیڑ کر رکھ دیا۔ اس متفقہ فتوے نے یہ واضح پیغام دیا کہ کسی بھی فرد، تنظیم یا غیر ریاستی گروہ کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ وہ خود ساختہ علم یا تقویٰ کے زعم میں آ کر قانون کو ہاتھ میں لے، دوسروں پر کفر کے فتوے صادر کرے یا معاشرے میں انارکی پھیلائے تاہم ان ریاستی دستاویزات، قوانین اور متفقہ فتاویٰ کے حقیقی اور دیرپا ثمرات حاصل کرنے کے لیے پاکستان کے دینی اداروں، جامعات، مدارس، اور تمام علمی مراکز کی سطح پر ان نبوی اصولوں اور باوقار ادبِ اختلاف کی عملی، تربیتی اور نصابی بحالی کو یقینی بنانا انتہائی ناگزیر ہو چکا ہے۔ جب تک ہمارے تعلیمی و دینی اداروں کے نصاب اور ماحول میں یہ تربیت شامل نہیں کی جائے گی کہ اختلافی آراء کو علمی متانت اور کشادہ دلی سے کیسے سنا جاتا ہے، مخالف کے نقطۂ نظر کا باوقار، مدلل اور اخلاقی شائستگی سے جواب کیسے دیا جاتا ہے اور غصے و اشتعال کو نبوی ہدایات کے مطابق کیسے ضبط کیا جاتا ہے، تب تک ایک متوازن، پرامن اور روادار اسلامی معاشرے کی تشکیل محض ایک خواب ہی رہے گی۔ تکفیری جراثیموں کا حتمی، دائمی اور مکمل قلع قمع کسی سیاسی نعرے یا محض سطحی اقدامات سے ممکن نہیں بلکہ یہ صرف اور صرف سنتِ نبویؐ کے اسی تعمیری، رحیمانہ اور شفقت سے بھرپور اخلاقی سانچے کو اپنانے سے ہی ممکن ہے جو شدید ترین مخالفت میں بھی عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے اور شدید ترین فکری اختلاف کے باوجود انسانیت اور اخوتِ اسلامی کے احترام کا درس دیتا ہے۔ اگر ہم اپنے تمام دینی مدارس، سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور منبر و محراب کے ذریعے اس نبوی منہاجِ تربیت اور ادب الاختلاف کو دوبارہ زندہ کر لیں اور نیشنل ایکشن پلان کے ساتھ ساتھ پیغامِ پاکستان کے فکری پیغامات کو اپنے نظامِ تعلیم اور تربیت کا حصہ بنا لیں، تو ہم نہ صرف تکفیری سوچ کے پھیلاؤ کو روک سکتے ہیں بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کو ایک پرامن، فکر پرور، بااخلاق اور مستحکم معاشرہ فراہم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

تمام مکاتب فکر کے علماء نے عروس البلاد کراچی کی نامور دینی درسگاہ جامعۃ الرشید میں جمع ہو کر ایک ہی امام کی اقتداء میں نمازِ مغرب ادا کی

دہشت گردی، تشدد اور انتہا پسندی کا کوئی مذہب، کوئی مسلک، کوئی زبان اور کوئی منطقی جواز نہیں ہوسکتا: علماء ومشائخ کا دوٹوک اعلان

مفتی سعید احمد مروت

پاکستان کی پون صدی سے زائد پر محیط تاریخ افتراق و انتشار اور فکری ونظریاتی نبرد آزمائیوں کے ایک ایسے سفر سے عبارت رہی ہے جس میں ملک وقوم کو اندرونی و بیرونی سطح پر لاتعداد چیلنجز کا سامنا رہا۔ اس طویل تاریخ کا ایک ایسا موڑ، جس کا انتظار دہائیوں سے کیا جا رہا تھا، بالآخر امت کے اتحاد، مذہبی ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کی نوید بن کر سامنے آیا ہے۔ ملک وقوم کو لاحق انتہا پسندی، دہشت گردی اور مسلکی منافرت کے ناسور کے خلاف ایک بے مثال اور تاریخی پیش رفت وقوع پذیر ہو چکی ہے جس نے ملکی سلامتی کے تناظر میں امید کی ایک نئی شمع روشن کی ہے۔ تمام مکاتبِ فکر اور مسالک کے جلیل القدر علماء، معزز مشائخ اور مذہبی رہنماؤں کا مل بیٹھنا اور بالخصوص عروس البلاد کراچی کی نامور دینی درسگاہ جامعۃ الرشید میں جمع ہو کر ایک ہی امام کی اقتدا میں نمازِ مغرب ادا کرنا تفرقہ بازی اور تعصب کے ان بتوں کو پاش پاش کرنے کے مترادف ہے جنہوں نے دہائیوں سے قوم کے وجود کو دیمک کی طرح چاٹ رکھا تھا۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر ربِ واحد کے حضور سجدہ ریز ہونے کا یہ پروقار نظارہ محض ایک واقعہ یا روایتی تقریب نہیں ہے بلکہ یہ وحدتِ امت، بین المسالک ہم آہنگی اور قومی سلامتی کا ایک ایسا ناقابلِ تسخیر سنگِ میل ہے جو تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ زریں حروف سے لکھا جائے گا۔ حکومتِ پاکستان کی قائم کردہ قومی پیغامِ امن کمیٹی اس وقت صوبائی حکومتوں پنجاب، خیبر پختونخوا، بلوچستان اور سندھ کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہو کر ملک کے طول وعرض میں امن وآشتی کا پیغام عام کر رہی ہے۔ کمیٹی کے اراکین بلاتفریقِ رنگ ونسل اور مسلک، ملک کے ہر گوشے کا دورہ کر رہے ہیں تاکہ انتہا پسندی کے خاتمے، مذہبی منافرت کی بیخ کنی اور مسلکی بنیادوں پر پھیلی تاریکی کو روشنی میں بدلنے کے لیے شب و روز عرق ریزی کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھ سکیں۔ یہ جدوجہد ایک ایسے وقت میں تیز تر کی گئی ہے جب ملک کو اندرونی و بیرونی دشمنوں کی جانب سے عدم استحکام کا شکار کرنے کی ناپاک کوششیں کی جا رہی ہیں۔ حال ہی میں کراچی میں رینجرز ہیڈ کوارٹر پر ہونے والے بزدلانہ دہشت گردانہ حملے نے ایک بار پھر پوری قوم کو غم و غصے میں مبتلا کر دیا، جس میں سکیورٹی اداروں کے متعدد جوانوں اور بے گناہ شہریوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ سکیورٹی اداروں کی بروقت کارروائی، باریک بین تفتیش اور سائنسی تحقیقات سے یہ بھیانک حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ اس بربریت اور درندگی کے پیچھے چند انتہا پسند اور گمراہ عناصر کارفرما تھے جو اسلام اور پاکستان دونوں کے دشمن ہیں۔ اس تلخ اور حساس پس منظر میں قومی پیغامِ امن کمیٹی نے صورتِ حال کی سنگینی کا ادراک کرتے ہوئے فوراً کراچی کا ہنگامی دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران وزیرِ اعلیٰ سندھ، گورنر سندھ، صوبائی وزراء اور ریاستی و سکیورٹی اداروں کے اعلیٰ حکام سے انتہائی اہم اور بروقت ملاقاتیں کی گئیں۔ ان ملاقاتوں کا مقصد ریاست اور مذہبی قیادت کے درمیان ایک مضبوط فکری و عملی ربط قائم کرنا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ شہر کی نمایاں دینی و جدید درسگاہوں مثلاً الکوثر یونیورسٹی، الغزالی یونیورسٹی، جامعہ بنوریہ عالمیہ اور جامعۃ الرشید کا تفصیلی احاطہ کیا گیا اور وہاں کے علمی وفکری

ماحول کا جائزہ لیا گیا۔ یہ مساعی جمیلہ اس بات کا روشن اور واضح ثبوت ہیں کہ بندوق کی گولی، دھماکے اور تشدد سے کہیں زیادہ مضبوط و اثر انگیز چیز دلیل، منطق اور مثبت مکالمہ ہوتی ہے۔ ایسی متواتر نشستوں، فکری مباحثوں اور علم و حکمت پر مبنی تدابیر سے ہی انتہا پسندانہ ذہنیت کو جڑ سے اکھاڑنا اور ملک دشمن عناصر کی سرکوبی کرنا ممکن ہے۔ قومی پیغامِ امن کمیٹی کی عمارت جس مضبوط اور محکم بنیاد پر استوار کی گئی ہے، اسے دنیا پیغامِ پاکستان کے نام سے جانتی ہے۔ پیغامِ پاکستان محض چند صفحات پر مشتمل کوئی تحریر یا روایتی دستاویز نہیں بلکہ یہ ریاستِ پاکستان کا وہ تاریخی، آفاقی اور علمی بیانیہ ہے جس کی نظیر ملکی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ بیانیہ نہ صرف امتِ مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ ہے بلکہ تمام اقوامِ عالم کے لیے امنِ عامہ، نظمِ اجتماعی اور انسانی احترام کی ضامن سند ہے۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کی فکری و علمی زیرِ قیادت، تمام پانچوں مکاتبِ فکر کے ۱۸۰۰ سے زائد جلیل القدر علمائے کرام و مفتیانِ عظام، جید اساتذہ، یونیورسٹیوں کے ریسرچ اسکولز، اسلامی نظریاتی کونسل، اراکینِ پارلیمان، چیف جسٹس آف پاکستان، وزیرِ اعظم اور صدرِ پاکستان کی مشترکہ توثیق و تصدیق سے یہ بیانیہ دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اس تاریخی اور انقلابی بیانیے کے بنیادی نکات پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دہشت گردی، فرقہ واریت، تکفیری سوچ اور انتہا پسندی کی نہ تو دینِ اسلام میں کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی آئینِ پاکستان میں اس کا کوئی تصور موجود ہے۔ یہ بیانیہ متفقہ طور پر اعلان کرتا ہے کہ ریاستِ پاکستان ایک مکمل اسلامی ریاست ہے، اس کے خلاف کسی بھی قسم کی مسلح جدوجہد، خروج، بغاوت اور فساد فی الارض کو شرعی طور پر قطعی حرام قرار دیا گیا ہے۔ ریاست کے آئینی و قانونی فریم ورک سے ہٹ کر نجی سطح پر کسی بھی قسم کے عسکری یا ملیشیا گروپس بنانا سراسر ناجائز اور شریعت کی روح کے منافی ہے۔ پاکستان میں بسنے والے تمام غیر مسلم شہریوں اور یہاں قانونی طور پر مقیم غیر ملکیوں کی جان، مال، عزت، آبرو اور عبادت گاہوں کا تحفظ مسلمانوں کی طرح واجب ہے، اور ان کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانا شدید گناہ اور حرام ہے۔ ملک کی جغرافیائی سرحدوں، ملکی و بین الاقوامی معاہدوں اور سفارتی اصولوں کو نظر انداز کر کے ریاست کی اجازت کے بغیر لشکر کشی کرنا یا جہاد کا اعلان کرنا شدید گناہ اور عہد شکنی کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ جہاد کا اعلان کرنے کا حق صرف اور صرف ریاستِ وقت کے پاس ہے۔ اسی محکم فکری بنیاد پر پاک فوج کے آپریشن ضربِ عضب اور ردالفساد جیسے کامیاب ملٹری آپریشنز کی کامل شرعی و قومی حمایت کی گئی اور تمام مسالک کے علماء نے یک زبان ہو کر قتلِ ناحق، بے گناہ انسانوں کی ہلاکت اور خودکش حملوں کو قطعی حرام قرار دینے والے فتاویٰ کی صریح تائید کی۔ اسلام میں خواتین، بچوں، بزرگوں، معذوروں اور اقلیتوں کے حقوق پر سخت ترین زور دیا گیا ہے اور مذہبی قیادت پر یہ لازمی فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ ان کے حقوق کے تحفظ اور پاسداری کے لیے معاشرے میں بیداری اور شعور پیدا کرے۔

کراچی کے ان انقلابی و فکری تحرک کے بعد قومی پیغامِ امن کمیٹی نے صوبہ خیبر پختونخوا کے دل یعنی پشاور کا رخ کیا، جہاں ایک عظیم الشان اور تاریخی "قومی پیغامِ امن علماء و مشائخ کانفرنس" کا انعقاد کیا گیا۔ پشاور کی یہ کانفرنس محض ایک رسمی اور روایتی تقریب نہیں تھی بلکہ یہ پاکستان کے متفقہ قومی بیانیے کا ایک جیتا جاگتا اور عملی اظہار تھی۔ خیبر پختونخوا کے تمام اضلاع سے جن میں قبائلی اضلاع بھی شامل ہیں، مختلف مکاتبِ فکر کے جید علماء کرام، مشائخ عظام، تمام اقلیتی مذاہب کے معزز مذہبی قائدین، دینی مدارس کے سرکردہ ذمہ داران اور قومی پیغامِ امن کمیٹی کے اراکین نے ایک ہی پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر دنیا کو یہ صریح اور واضح پیغام دیا کہ وطنِ عزیز پاکستان کا امن، اس کا استحکام اور اس کی بقا ہر قسم کے مسلکی، فکری اور سیاسی اختلاف سے بالاتر اور مقدس تر ہے۔ پشاور کی اس تاریخی کانفرنس کا سب سے اہم، بنیادی اور مرکزی پیغام یہ تھا کہ امن اور اتحاد وقت کی سب سے بڑی اور ناگزیر ضرورت ہیں۔ امن کسی ایک مخصوص جماعت، کسی ایک مکتبِ فکر، کسی ایک اکیلے ادارے یا کسی مخصوص طبقے کی محتاج یا ضرورت نہیں بلکہ امن پاکستان کے ہر شہری، ہر خاندان، ہر محلے، ہر شہر، ہر صوبے اور ہر ریاستی ادارے کی مشترکہ بقا کی ضمانت ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کسی بھی معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے تو وہاں ترقی کے نئے راستے کھلتے ہیں، معاشی و تجارتی سرمایہ کاری آتی ہے، تعلیمی ادارے فلک بوس عمارتوں کی مانند فکر و شعور بانٹتے ہیں اور معیشت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جاتی ہے لیکن اس کے برعکس جب بدامنی، خوف اور عدم استحکام کا دور دورہ ہوتا ہے تو اس کی انتہائی دردناک اور سنگین قیمت کسی ایک گروہ کو نہیں بلکہ پوری قوم اور آنے والی نسلوں کو چکانی پڑتی ہے۔ یہی بنیادی وجہ تھی کہ اس کانفرنس میں موجود تمام مکاتبِ فکر

کے نمائندوں کے درمیان اس بات پر غیر معمولی اور حتمی اتفاقِ رائے دیکھنے میں آیا کہ دہشت گردی کے خلاف جاری یہ معرکہ اور فکری جدوجہد ایک قومی اور ملی ذمہ داری ہے اور اس عظیم مقصد میں کسی قسم کی سیاسی، مسلکی یا فکری تقسیم یا ابہام کی ذرہ برابر گنجائش موجود نہیں ہے۔ اس عظیم الشان کانفرنس میں یہ بات بھی پوری صراحت اور شفافیت کے ساتھ بیان کر دی گئی کہ اس اجتماع کا کسی بھی قسم کی سیاسی سرگرمی، انتخابی مہم یا کسی سیاسی اتحاد کی تشکیل سے دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس کا مقصد نہ تو کسی مخصوص سیاسی جماعت کی حمایت کرنا تھا اور نہ ہی کسی سیاسی دھڑے کی مخالفت۔ اس کانفرنس کا واحد، متفقہ اور مقدس مقصد صرف یہ تھا کہ پاکستان کی تمام سیاسی، مذہبی، سماجی، فکری اور قومی قوتوں کو ایک نکتہ پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے کہ وہ دہشت گردی، انتہاپسندی، فرقہ واریت اور نفرت کے خلاف ایک ناقابلِ تسخیر اور واحد آواز بن کر سامنے آئیں۔ جمہوریت میں سیاسی اختلافات کا ہونا ایک فطری امر اور جمہوریت کا حُسن ہے لیکن جب بات پاکستان کے امن، قومی سلامتی، ملکی بقا اور عام عوام کے جان و مال کے تحفظ پر آئے تو یہ تمام امور ہر قسم کے سیاسی و ذاتی اختلاف سے بلند تر ہو جاتے ہیں۔ اگر دہشت گردی اور فکری انارکی کے خلاف پوری قوم، ریاست اور اس کے ادارے ایک مٹھی کی طرح متحد نہیں ہوں گے تو اس کا نقصان کسی ایک فرد یا جماعت کو نہیں بلکہ خدانخواستہ پورے ریاستِ پاکستان کو اٹھانا پڑے گا۔ کانفرنس کے دوران علمائے کرام نے اس حقیقت کو بھی پوری قوت، علمی دلائل اور شواہد کے ساتھ روشن کیا کہ دینِ اسلام امن، سلامتی، رحمت، عدل، اعتدال اور انسانی جان کی حرمت کا قائم کردہ دین ہے۔ قرآن وسنت کی واضح اور روشن تعلیمات کسی بھی بے گناہ انسان کے قتل، ناحق خون بہانے، خودکش حملوں، مسجدوں، امام بارگاہوں، گرجا گھروں، مندروں اور دیگر عبادت گاہوں پر حملوں، تعلیمی اداروں، بازاروں یا عام عوامی مقامات پر بم دھماکوں، اور ریاست کے قانونی اور آئینی اداروں کے خلاف مسلح کارروائی یا ملک میں نفرت اور فساد پھیلانے کو کسی بھی صورت جائز نہیں گردانتیں۔ اسی تناظر میں کانفرنس کے تمام شرکاء نے بالاتفاق اور یک زبان ہو کر یہ اعلان کیا کہ جو بھی فرد، تنظیمی گروہ یا عسکری تحاریک دہشت گردی کے ان سفاکانہ اعمال میں ملوث ہوں، دہشت گردوں کی کسی بھی شکل میں سہولت کاری کریں، ان کی مالی و جانی اعانت کریں یا ان کے ان باطل اقدامات کے لیے کوئی فکری، فقہی یا مذہبی جواز تراشنے کی کوشش کریں، ان کی حمایت، تائید یا پشت پناہی کا اسلام کی نظر میں دور دور تک کوئی جواز یا گنجائش موجود نہیں ہے۔ پشاور کی اس کانفرنس کی ایک اور انتہائی نمایاں اور تاریخی کامیابی یہ تھی کہ دینی مدارس کے جید نمائندگان، شیوخ الحدیث اور منتظمین نے نہایت جرات، وضاحت اور شائستگی کے ساتھ یہ فکری مؤقف دنیا کے سامنے رکھا کہ مدارسِ عربیہ روزِ اول سے ہی قرآن وسنت، اعتدال پسند فکر، اخلاقی اقدار، رواداری، صبر وبرداشت اور حب الوطنی کی تعلیم دیتے آئے ہیں۔ یہ دینی مدارس پاکستان کے نظریاتی، علمی، روحانی اور اخلاقی اثاثے ہیں اور انہیں کسی بھی صورت دہشت گردی، تشدد یا انتہا پسندی سے جوڑنے کی ہر ناپاک کوشش سراسر حقائق کے منافی اور ناانصافی پر مبنی ہے۔ ان مدارس نے ہمیشہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ، دینی تعلیم وتربیت کے فروغ، معاشرتی اصلاح اور اخلاقی پاسداری میں مثبت اور تعمیری کردار ادا کیا ہے اور آئندہ بھی ریاست کے ساتھ مل کر یہ فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہیں گے۔ کانفرنس کے اختتام پر پیغامِ پاکستان کے اس متفقہ قومی بیانیے کی تجدید وتوثیق کرتے ہوئے اس عزمِ مصمم کا اعادہ کیا گیا کہ ملک بھر کی مساجد، خطباتِ جمعہ، دینی مدارس، جامعہ ہائے اسلامیہ اور تمام مذہبی اجتماعات و کانفرنسوں میں امن، اعتدال، رواداری، آئینِ پاکستان کی مکمل پاسداری اور قانون کی حکمرانی کا پیغام عام سے عام تر کیا جائے گا۔ شرکاء نے اس بات کو واضح کیا کہ جمہوری اور قانونی فریم ورک میں رہتے ہوئے اختلافِ رائے کا حق ہر شہری کو حاصل ہے لیکن اس اختلاف کو تشدد، نفرت، تکفیر اور انتشار میں تبدیل کر دینا نہ تو دینی اعتبار سے جائز ہے اور نہ ہی آئینی وقانونی طور پر اس کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ کانفرنس کے تمام شرکاء نے وطنِ عزیز کے دفاع، امن کی بحالی اور داخلی وخارجی دشمنوں کی سرکوبی کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے افواجِ پاکستان، پولیس، فرنٹیئر کانسٹیبلری، رینجرز، قانون نافذ کرنے والے دیگر تمام اداروں اور سکیورٹی فورسز کے شہداء کو زبردست الفاظ میں خراجِ تحسین اور خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اس بات پر تمام مذہبی قیادت کا پورا کامل اتفاق تھا کہ ان شہداء کا خونِ ناحق ہی پاکستان کی بقا، سلامتی، روز افزوں ترقی اور آزادی کی سب سے بڑی اور معتبر ضمانت ہے اور پوری پاکستانی قوم ان کے غمزدہ

بقیہ صفحہ نمبر 31

امتیاز وانی

تاریخ میں بعض دن ایسے ہوتے ہیں جو صرف کیلنڈر کا حصہ نہیں رہتے بلکہ قوموں کی اجتماعی یادداشت میں ایک مستقل زخم بن جاتے ہیں۔ 5 اگست 2019 بھی کشمیری عوام کے لیے ایسا ہی ایک دن ہے۔ اس روز بھارت نے یکطرفہ طور پر مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کرتے ہوئے بھارتی آئین کی 370 اور 35A دفعات کو غیر موثر بنا دیا اور مقبوضہ جموں وکشمیر کو تقسیم کر کے نئی دلی کے براہ راست زیر انتظام کر لیا۔ کشمیری عوام اور انکی حقیقی نمائندہ جماعت کل جماعتی حریت کانفرنس کے نزدیک یہ اقدام نہ صرف غیر قانونی اور غیر آئینی تھا بلکہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں اور بین الاقوامی قانون کی صریح خلاف ورزی بھی تھا۔

جموں وکشمیر کوئی عام علاقہ نہیں بلکہ اقوام متحدہ کے ایجنڈے پر موجود ایک بین الاقوامی تنازع ہے، جس کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام کی آزادانہ رائے سے ہونا طے پایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کی طرف سے کوئی بھی یکطرفہ آئینی یا انتظامی اقدام خطے کی متنازعہ حیثیت کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ طاقت کے ذریعے قانون اور تاریخ کو بدلا جا سکتا ہے، مگر عوام کی خواہشات اور حقائق کو نہیں۔

5 اگست کے بعد مقبوضہ کشمیر میں ایسے اقدامات کیے گئے جنہوں نے پوری دنیا کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ کل جماعتی حریت کانفرنس کے رہنماؤں اور ہزاروں افراد کو گرفتار کیا گیا، مواصلاتی نظام معطل کیا گیا، میڈیا پر سخت پابندیاں عائد کی گئیں اور شہری آزادیوں کو محدود کر دیا گیا۔ بعدازاں ڈومیسائل اور اراضی سے متعلق قوانین میں تبدیلیوں نے اس خدشے کو مزید تقویت دی کہ مقبوضہ کشمیر کی آبادیاتی ساخت تبدیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ بلا شبہ یہ اقدامات کشمیریوں کے شناخت، تہذیب وتمدن کو مٹانے اور انہیں اپنے ہی وطن میں اجنبی بنانے کے مذموم بھارتی منصوبے کا حصہ ہیں۔

بھارت مسلسل یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ان اقدامات سے ترقی، سرمایہ کاری اور استحکام آئے گا، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ایسا ہے تو پھر لاکھوں فوجیوں کی موجودگی، سیاسی کارکنوں کی گرفتاریاں، اظہارِ رائے پر پابندیاں اور سخت حفاظتی انتظامات کیوں برقرار ہیں؟ امن صرف طاقت سے نہیں بلکہ انصاف، اعتماد اور عوام کی رضامندی سے قائم ہوتا ہے۔

پانچ اگست صرف ایک تاریخ نہیں بلکہ عالمی ضمیر کے لیے بھی ایک امتحان ہے۔ انسانی حقوق، جمہوریت اور بین الاقوامی قانون کے دعویدار اداروں اور ممالک پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر کو محض دو ممالک کا تنازع سمجھنے کے بجائے کشمیری عوام کے بنیادی حقِ خودارادیت کے تناظر میں دیکھیں۔ اگر دنیا کے مختلف خطوں میں عوام کے حقوق کی بات کی جا سکتی ہے تو کشمیر اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہونا چاہیے۔

میگزین رپورٹ

ہندوستانی فوج کے ریٹائرڈ کرنل راجیش پوار کے ہوشربا پوڈ کاسٹ انٹرویو نے عالمی منظرنامے پر ایک ایسا بم پھوڑا ہے، جس کے لرزہ خیز اعترافات نے دنیا کے سامنے اس ہولناک اور بھیانک سچائی کو پوری طرح ننگا کر دیا ہے جسے پاکستان ہمیشہ سے ہر عالمی فورم پر پوری قوت سے پکارتا رہا ہے۔ یہ چونکا دینے والا بیان کسی ریٹائرڈ فوجی افسر کی سرسری گفتگو یا کوئی خام خیالی نہیں بلکہ دشمن کے کیمپ سے آنے والی وہ ناقابلِ تردید گواہی ہے جس نے پاکستان کو نشانہ بنانے والی بدنامِ زمانہ، مکار اور انتہائی خطرناک تکون کے مکروہ چہرے سے شرافت کا جھوٹا نقاب نوچ پھینکا ہے۔ یہ اعترافِ جرم اس سازشی گٹھ جوڑ کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا۔ پاکستان کو اندرونی اور بیرونی طور پر عدم استحکام کا شکار کرنے، اس کی معیشت کو مفلوج کرنے اور اس کے امن و امان کو سبوتاژ کرنے کے لیے بنے اس ناپاک گٹھ جوڑ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وطنِ عزیز کے خلاف سازشیں کسی ایک سرحد یا ایک مخصوص خطے تک محدود نہیں ہیں بلکہ یہ ایک باقاعدہ، انتہائی منظم اور اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری سے چلنے والا بین الاقوامی نیٹ ورک ہے جس کا واحد اور حتمی مقصد امت مسلمہ کی واحد ایٹمی قوت کو غیر مستحکم کرنا ہے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان کو مٹانے، اس کے ٹکڑے کرنے اور اس کے وجود کو مٹانے کا خواب دیکھنے والے خود تاریخ کے تاریک ملبے میں دفن ہو گئے اور یہ مملکتِ خداداد ان شاء اللہ دشمنوں کی تمام تر ریشہ دوانیوں، سازشوں اور مکارانہ چالوں کے باوجود ہمیشہ قائم، دائم اور سربلند رہے گی۔

اس مکروہ گٹھ جوڑ کی بدصورتی، سفاکیت اور عیاری کی گہرائی دیکھیے کہ ایک طرف افغانستان کی سرزمین ہے، جہاں فتنہ خوارج یعنی کالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) اور فتنہ الہندوستان یعنی کالعدم بلوچستان لبریشن آرمی (بی ایل اے) جیسے اسلام کے باغیوں، انسانیت کے قاتلوں، معصوم شہریوں کے گلے کاٹنے والے درندوں اور سفاک دہشت گردوں کو کھلی چھوٹ، محفوظ ترین پناہ گاہیں، تربیتی مراکز اور لاجسٹک سپورٹ فراہم کی جا رہی ہے۔ افغانستان کا موجودہ رویہ نہ صرف بین الاقوامی قوانین اور پڑوس کے مسلمہ حقوق کی کھلی اور سنگین خلاف ورزی ہے بلکہ اپنے ہی کلمہ گو مسلم بھائیوں کی پیٹھ میں زہر آلود چھرا گھونپنے کے مترادف ہے، جہاں کابل کے بعض عناصر کی ناک کے نیچے سے یہ دہشت گرد پاکستان کی سلامتی، مساجد، سکولوں، بازاروں اور سیکورٹی فورسز پر بزدلانہ وار کرنے کے لیے پوری آزادی کے ساتھ آپریٹ ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف ہندوستان کا وہ مکار، فاشسٹ اور متعصب چہرہ ہے جو اپنی داخلی ناکامیوں، شدید غربت، مودی سرکار کے فاشزم اور گرتی ہوئی عالمی ساکھ سے اپنے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے ان خونی بھیڑیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ ہندوستانی کرنل راجیش پون نے خود مانا کہ ان دہشت گردوں کو جدید ترین ہتھیار، وائرلیس کمیونیکیشن کے آلات اور بے تحاشا فنڈنگ ہندوستان فراہم کرتا ہے تاکہ وہ پاکستان میں بے گناہوں کا خون بہا سکیں جبکہ اس پورے گھناؤنے اور ابلیسی کھیل کو دنیا کی خطرناک ترین انٹیلی جنس اور تباہ کن جاسوسی ٹیکنالوجی مکار و سفاک اسرائیل فراہم کر رہا ہے، جس کا مقصد خطے میں مستقل انتشار پھیلانا ہے۔ یہ وہی اسرائیل ہے جو غزہ اور لبنان میں معصوم فلسطینیوں اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا ہے جو انسانیت کا قاتل ہے اور مسلم دشمنی میں اندھا ہو چکا ہے۔ اسرائیل کی پاکستان سے دیرینہ تکلیف، بغض اور حسد کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے، وہ پاکستان کی غیرت، اس کے ناقابلِ تسخیر اور مضبوط ترین ایٹمی اثاثوں، اس کے شاہین میزائلوں اور برادر اسلامی ملک سعودی عرب کے ساتھ اس کے فولادی، سٹریٹجک اور تاریخی دفاعی معاہدوں سے شدید ترین خوفزدہ ہے۔

پاکستان نے آج تک اپنے اصولی، نظریاتی اور ایمانی موقف پر قائم رہتے ہوئے اس غاصب صیہونی ریاست اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا اور یہی غیرتِ ایمانی اور اسلامی حمیت تل ابیب کے صیہونی حکمرانوں کے سینوں میں ہر وقت خنجر کی طرح چبھتی رہتی ہے۔ اس سارے شیطانی کھیل میں اسرائیل کا مفاد سب سے اوپر ہے، جو مسلم امہ کے اس سب سے بڑے دفاعی قلعے کو اندر سے کھوکھلا کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد فاشسٹ بھارت کا مفاد ہے جو اکھنڈ بھارت کا دیوانہ خواب دیکھتے ہوئے خطے میں اپنی یکطرفہ چودھراہٹ قائم کرنے کے نشے میں دھت ہے اور آخر میں افغانستان کے کچھ عاقبت نااندیش اور کرایے کے ٹٹو ہیں جو چند ٹکڑوں، غیر ملکی

ڈالروں اور عارضی مفادات کے بدلے اپنی پاکیزہ زمین کو پاکستان کے خلاف استعمال ہونے دے کر تاریخ کی بدترین غلطی کر رہے ہیں مگر یہ بین الاقوامی سازشی عناصر، ان کے مغربی اور صیہونی سرپرست اور ان کے ٹکڑوں پر پلنے والے یہ کرائے کے قاتل، ٹی ٹی پی اور بی ایل اے کے دہشت گرد شاید یہ بھول چکے ہیں کہ وہ کس غیور، نڈر اور شہادت کا جذبہ رکھنے والی زندہ قوم اور پاک فوج سے ٹکرا رہے ہیں۔ پاکستان کوئی تر نوالہ یا کمزور دیوار نہیں جسے یہ تگڑا گٹھ جوڑ اپنی مکارانہ چالوں سے آسانی سے گرا سکے، یہ وہ مقدس دھرتی ہے جس کے ایک ایک انچ کے دفاع کے لیے اس کے جری جوانوں، سرفروش غازیوں اور غیور عوام نے اپنے معصوم بچوں اور جوان بیٹوں کے خون کے چراغ جلائے ہیں۔ فتنہ خوارج کے آلہ کار ہوں یا بلوچستان کے امن و استحکام کو غارت کرنے والے را اور موساد کے تنخواہ دار ایجنٹ، ان سب کا انجام صرف اور صرف ذلت، ابدی رسوائی اور عبرت ناک موت ہے۔

جب تک اس پاک مٹی کے پاس لا الہ الا اللہ کا مضبوط ترین نظریہ، ایمان کی لازوال دولت، اتحاد و یگانگت اور افواجِ پاکستان جیسی دنیا کی سب سے بہترین، پیشہ ور، جنگ آزمودہ اور جاں نثار فورس موجود ہے، دشمن کی ہر جدید ترین اسرائیلی ٹیکنالوجی، ہندوستانی سرمایہ اور کابل کی محفوظ پناہ گاہیں خاک میں ملا دی جائیں گی۔ کرنل راجیش پون کا یہ اعترافِ حقیقت ہمارے عزم، ہمارے غصے اور ہماری غیرت کو مزید جلا بخشتا ہے کہ ہم نے اپنی صفوں میں چھپے اور سرحد پار بیٹھے اندرونی و بیرونی دشمنوں کے اس پورے نیٹ ورک کو نیست و نابود کرنا ہے اور پاکستان کے خلاف بننے والا یہ ناپاک صیہونی و ہندوستانی محور خود اپنے ہی بچھائے ہوئے بارود کے جال میں پھنس کر راکھ ہو جائے گا جبکہ پاکستان دشمنوں کے سینوں پر سانپ بن کر لوٹتا رہے گا اور دنیا کے نقشے پر ہمیشہ پوری آب و تاب، شان و شوکت اور ایٹمی طاقت کے غرور کے ساتھ چمکتا رہے گا۔

بقیہ: پیغام امن

لیکن پرعزم اہلِ خانہ کے ساتھ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑی ہے۔ ان شہداء کے پاکیزہ خون کا بنیادی تقاضا یہی ہے کہ پاکستان کی سرزمین پر امن، کامل اتحاد، آئین کی بالادستی اور قانون کی حکمرانی کو ہر قیمت پر یقینی بنایا جائے اور کسی بھی شرپسند کو اس پاک وطن کا امن برباد کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ کانفرنس میں بین المسالک اور بین المذاہب ہم آہنگی کو قومی استحکام، سلامتی اور ملکی معاشی ترقی کا بنیادی ستون اور روح قرار دیا گیا۔ اس اہم ترین امر پر زور دیا گیا کہ فروعی یا مسلکی اختلافات کو نفرت اور تعصب کا ذریعہ بنانے کی بجائے باہمی مکالمہ، باہم احترام، برداشت اور مشترکہ قومی و ملی مقاصد کے لیے مل جل کر کام کرنے کو فروغ دیا جائے۔ مختلف مکاتبِ فکر اور عیسائی، ہندو، سکھ و دیگر مذاہب کے جلیل القدر قائدین کی ایک ہی چھت تلے اور ایک ہی پلیٹ فارم پر موجودگی اس حقیقت کا بین ثبوت تھی کہ پاکستان کی تمام تر مذہبی قیادت قومی یکجہتی، سلامتی اور پائیدار امن کے قیام کے لیے مکمل طور پر متحد اور متفق ہے۔ آج وقت کی اہم ترین ضرورت اس امر کی ہے کہ پشاور کانفرنس اور جامعۃ الرشید جیسے اداروں سے نکلنے والے اس تاریخی پیغام کو محض چند تقریبات، کانفرنسوں یا اخباری بیانات تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ اس فکر کو ایک طاقتور، ہمہ گیر اور منظم قومی تحریک کی صورت دی جائے۔ تمام دینی مدارس، جدید جامعات، مساجد و منابر، تمام سطح کے تعلیمی ادارے، جدید ذرائع ابلاغ، ڈیجیٹل میڈیا، سیاسی جماعتیں، مذہبی تنظیمیں، سول سوسائٹی کے اراکین اور تمام ریاستی و انتظامی ادارے آپس میں مل جل کر ایک ایسا سازگار اور مثبت ماحول تشکیل دیں جہاں نفرت کے بجائے محبت کی خوشبو پھیلے، تشدد اور گولی کے بدلے مکالمہ اور دلیل کی حکمرانی ہو، تقسیم اور افتراق کے بجائے قومی وحدت اور اتحاد کا بول بالا ہو، اور انتہاپسندی کے تاریک سائے کے مقابلے میں اسلامی اعتدال پسندی کی روشنی کو فروغ حاصل ہو۔ یہ تمام تر کاوشیں، اجلاس اور کانفرنسیں اس حقیقت کا حتمی اور ببانگِ دہل اعلان ہیں کہ پاکستان کے تمام مکاتبِ فکر، تمام دینی مدارس، تمام مذاہب کے اکابرین اور تمام قومی قیادت اس نقطے پر متفق اور متحد ہیں کہ دہشت گردی، تشدد اور انتہاپسندی کا کوئی مذہب، کوئی مسلک، کوئی زبان اور کوئی منطقی جواز نہیں ہو سکتا۔ پاکستان کا روشن، پائیدار اور مستحکم مستقبل صرف اور صرف اسی صورت میں محفوظ اور تابناک ہوسکتا ہے جب قومی اتحاد و یگانگت، آئینِ پاکستان کی بے چون و چرا بالادستی، قانون کی بلاتفریق حکمرانی، پیغامِ پاکستان کے متفقہ اور آفاقی بیانیے پر عمل درآمد اور شہداء وطن کی لازوال قربانیوں کے احترام کو ہماری قومی ترجیحات کا مستقل اور ناگزیر حصہ بنا دیا جائے۔ یہی وہ مبین پیغام ہے جو کراچی اور پشاور کی بابرکت زمین سے اٹھی ہوئی آواز کی صورت میں پورے پاکستان کے کونے کونے میں پہنچ رہا ہے، اور یہی وہ امن آفریں فکر ہے جو آنے والے دنوں میں پاکستان کی سلامتی، پائیدار امن، معاشی استحکام اور قومی وقار کی سب سے مضبوط اور ناقابلِ تسخیر بنیاد بن کر ابھرے گی۔

بقیہ: سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کسی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے'' (سنن الترمذی، 353:4)۔ اس حدیث کی رو سے جب کسی مسلمان کو محض برا بھلا کہنے اور ان سے فساد و قتال کرنے کو فسق و کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، تو ان کے خلاف ناحق ہتھیار اٹھانا اور ان کے جان و مال کو تلف کرنا کتنا بڑا اور سنگین جرم ہوگا! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد احادیثِ مبارکہ میں بعض مقامات پر مطلقاً لفظِ ''النَّاس'' (تمام انسان/لوگ) استعمال کر کے اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ فرما دیا ہے کہ مسلمان اور مومن واقعی وہی شخص ہوگا جس سے بلا تفریقِ دین و مذہب ہر انسان کی جان، مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو لہٰذا جو شخص آدمیت و انسانیت کا احترام ملحوظ نہ رکھے اور قتل و غارت گری، فساد انگیزی اور جبر و تشدد کا راستہ اختیار کرے، وہ کتنی ہی عبادت و ریاضت کرتا پھرے، حقیقی معنوں میں مومن نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی شخص نے ظاہری وضع قطع بنا رکھی ہو، تسبیح و تہلیل بھی کرتا ہو، نمازِ پنجگانہ کا پابند ہو، روزوں کا اہتمام کرتا ہو، تہجد گزار و قائم اللیل ہو اور دعوت و تبلیغ کے علاوہ ہر سال حج و عمرہ بھی کرتا ہو بالغرض تمام ظاہری عبادات کے باوجود اگر اس کی ذات سے لوگوں کی جان و مال اور آبرو محفوظ نہیں ہیں، تو یہ تمام عبادات اسے اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتیں کیونکہ بارگاہِ الٰہی میں حقیقی فلاح کا انحصار محض ظاہری عبادات کی کثرت پر نہیں بلکہ ''قلبِ سلیم'' اور مخلوقِ خدا کے لیے سلامتی پر ہے۔ ان تمام نصوص، روشن تعلیمات اور متواتر تاریخی دلائل کی موجودگی میں، یہ بات بالکل روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام کی اصل روح امن، سلامتی، احترامِ انسانیت اور عدل پر مبنی ہے۔ وہ گروہ یا افراد جو اپنے پرتشدد مقاصد، ناانصافی، ناحق خون ریزی، تعصب اور انتہا پسندی کے جواز کے لیے نامِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اسلامی نصوص کا سہارا لیتے ہیں، وہ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کردار، سیرتِ طیبہ، بنیادی نبوی اعلانات اور اسلامی تعلیمات کی کھلی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس میراث کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ حقیقی اسلام کو ان انتہا پسندانہ رویوں، تشدد یا دہشت گردی سے جوڑنا ایک شدید تاریخی، علمی اور فکری تحریف ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی دنیا کے لیے بلا تفریقِ مذہب و ملت صرف اور صرف ''رحمت اللعالمین'' بن کر تشریف لائی تھی۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دینِ اسلام ایک ایسا عالمگیر ضابطۂ حیات ہے جو خود بھی سراپا سلامتی ہے اور دوسروں کو بھی امن و سلامتی، رأفت و رحمت، اعتدال و توازن اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔ گویا مسلمان صرف وہ شخص ہے جو تمام انسانیت کے لیے پیکرِ امن و سلامتی ہو، مومن وہ ہے جو امن و آشتی، تحمل و برداشت، بقائے باہمی اور احترامِ آدمیت جیسے اوصاف سے متصف ہو، اور محسن وہ ہے جس میں نہ صرف اسلام اور ایمان دونوں کے روحانی ثمرات اور باطنی احوال جمع ہو جائیں بلکہ وہ بلا تفریق مخلوقِ خدا کے لیے نفع بخشی اور فیض رسانی کا باعث بنے۔ اسلام اپنے وسیع معنی میں ایک ایسا دین ہے جس میں اجتماعی سطح سے لے کر انفرادی سطح تک ہر انسان محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا عالمگیر پیغام اعتدال، رحمت، رواداری اور انصاف ہے۔ انتہا پسندی اور تشدد خواہ کسی بھی صورت یا نام میں ہو، اسلامی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ سے بالکلیہ متصادم ہے۔ آج اگر ہم معاشرے سے شدت پسندی، مذہبی نفرت اور انارکی کا خاتمہ چاہتے ہیں، تو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی اصل اور معتدل بیانیے کو اپنانا ہوگا اور دینی تعلیمات کو تشدد یا فساد کے لیے استعمال کرنے والے ہر نظریے کی کامل نفی کرنا ہوگی۔ یہی وسطیت کا درخشندہ راستہ انسانیت کی فلاح، پاکستان کی سالمیت و استحکام، اسلامی جوہر کی بقا اور دنیا و آخرت میں کامیابی کی واحد و حتمی ضمانت ہے۔ پاکستان صرف محض ایک جغرافیہ یا خطۂ زمین نہیں بلکہ اسوۂ حسنہ اور اسلامی اقدار کی بنیاد پر قائم ہونے والا ایک عظیم مقصدِ حیات ہے۔ پاکستان کے اداروں کی مضبوطی، آئینی نظم و ضبط کی پاسداری اور معاشرتی امن و آشتی کا تحفظ درحقیقت اسی نبوی نمونے کا سب سے واضح، مثبت اور عملی اظہار ہے۔ یہی وہ راہ ہے جو ہمیں ایک پرامن، خوددار اور مستحکم قوم بناتی ہے۔ جب تک ہم سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اپنے ریاستی ستونوں کا احترام، قانون کی بالادستی اور باہمی اخوت کو شعار بنائے رکھیں گے، دنیا کی کوئی طاقت اس مملکتِ خداداد کی پیش رفت اور سلامتی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ پاکستان کا بقا اور اس کا تابناک مستقبل ہمارے اسی اتحاد، نظم اور حب الوطن جذبے میں پوشیدہ ہے۔